جاری کردہ

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ

ترجمان القرآن

مُدیر

پروفیسر خورشید احمد

ادارہ ترجمان القرآن

تعارف قاضی گروپ آف کمپنیز

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا (القرآن)

قاضی انٹرپرائزز 1988ء سے پراپرٹی اور کنسٹرکشن کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ الحمدللہ جس ادارہ کی بنیاد تقویٰ، توکل، ایمانداری اور جذبہ خدمت خلق پر رکھی گئی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے نوازا۔ رب رحیم کا احسان عظیم ہے کہ ادارہ نے اپنے ذیلی اداروں کی محنت اور تعاون سے ترقی کی اور 1999ء میں تنظیم نو کرتے ہوئے (قاضی گروپ آف کمپنیز) کا آغاز کیا۔ قاضی گروپ آف کمپنیز میں مندرجہ ذیل ادارے شامل ہیں۔

★قاضی انٹرپرائزز ★قاضی کنسٹرکشن ★قاضی پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز ★قاضی ڈویلپر ★قاضی پی وی سی پائپ انڈسٹری ★اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن

قاضی انٹرپرائزز ہی کیوں

اس لیے کہ

① ہاؤسنگ کے شعبہ میں بہترین تجربہ کار ٹیم ② 4 منصوبے مکمل کرنے کا اعزاز حاصل (جہاں یا تو ہمارے ممبران رہائش پذیر ہو چکے ہیں اور یا انہوں نے پلاٹ فروخت کر کے کئی گنا منافع بھی کما چکے ہیں۔ آپ بھی ہمارے منصوبوں میں سرمایہ کاری کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں) ③ **منی بیک گارنٹی** ہماری ہی ہے اگر آپ نے بغیر دیکھے مکان/پلاٹ خرید اور دیکھنے پر آپ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے بتائے ہوئے منصوبے معیار کے مطابق نہیں ہیں تو آپ اپنی رقم واپس لے سکتے ہیں

④ ہر اتوار کو ہماری گاڑی دفتر سے صبح نو بجے سائٹ وزٹ کے لیے روانہ ہوتی ہے اسلئے پہلے آپ سائٹ دیکھیں اور پھر خریدیں

ہمارے منصوبے

★ الرحمن ٹاؤن (مکمل) ★ پاسبان ٹاؤن (مکمل) ★ گلستان راشد فیز (I) مکمل ★ فیملی ولاز مری فیز (I) فیز (II) مکمل

★ فیملی گارڈن اسلام آباد بکنگ جاری ★ موٹروے سٹی فیز (I) فیز (II) بکنگ مکمل ★ فیملی اپارٹمنٹ مری فیز (III) بکنگ جاری

★ موٹروے سٹی فیز (III) بکنگ جاری ★ قاضی اپارٹمنٹ راولپنڈی بکنگ جاری ★ اسلام آباد ہل گارڈن بکنگ جاری

ہمارا دعویٰ ہمارے منصوبے سب سے سستے اور سب سے بہترین، دیکھیں اور فیصلہ کریں

موٹروے سٹی

خصوصیات

☆ اسلام آباد کی طرح سرسبز و شاداب پہاڑیوں کے دامن میں
☆ نیو اسلام آباد انٹرنیشنل ایئرپورٹ کی بدولت ہر آسائش حروج
☆ تکھ ڈیم اور لوک ورثہ/ سفاری پارک جیسی سیرگاہیں قریب تر
☆ انشاءاللہ تعالیٰ تمام ضروریات زندگی کپ کے دروازے پر
☆ پاکستان موٹروے سے چند منٹ کی مسافت
☆ فوج کے ریٹائرڈ افسران پر مشتمل منظم سیکورٹی سسٹم کا قیام
☆ اسلامک سینٹر کے لیے پچاس کنال زمین وقف
☆ قیمتوں میں اضافہ کی بدولت منافع بخش سرمایہ کاری
☆ پانی جیسی نعمت کی فراوانی
☆ ہر فیز میں شاپنگ سینٹر
☆ کشادہ سڑکیں اور گلیاں
☆ مسجد، سکول اور ہسپتال گھر کے نزدیک۔

قیمت و طریقہ ادائیگی

قیمت: 9 ہزار روپے فی مرلہ

ایڈوانس: 1000/- روپے فی مرلہ بوقت بکنگ۔

قسط: 100/- روپے فی مرلہ ماہانہ

خصوصی رعایت

29 فروری 2000ء تک

پلاٹ بک کرانے والے کو 15 ہزار روپے فی کنال کی خصوصی رعایت

سائز پلاٹ 5 مرلہ، 10 مرلہ، ایک کنال

تمام ادائیگی بذریعہ بنک ڈرافٹ بنام موٹروے سٹی اکاؤنٹ نمبر 8- ABL 1100 راشد منہاس روڈ برانچ راولپنڈی

یکمشت ادائیگی پر 10 فیصد خصوصی ڈسکاؤنٹ۔ کل قیمت کی پچاس فیصد یکمشت ادائیگی پر فوری رجسٹری

ہیڈ آفس

قاضی انٹرپرائزز

جنگ بلڈنگ مری روڈ راولپنڈی
فون 554464 فیکس 558633
E-mail: shaukat@isb.comsats.net.pk
web: www.qazi.com.pk

ماہنامہ ترجمان القرآن

جلد ۱۲۷، عدد ۱۲، دسمبر ۲۰۰۰ء، رمضان ۱۴۲۱ھ

مدیر: پروفیسر خورشید احمد — نائب مدیر: مسلم سجاد

ترتیب

ادارتی امور

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

فون: ۵۴۲۵۳۵۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴ (۰۴۲)

مدیر انتظامی

عبدالکریم

۵- اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور

فون: ۷۵۸۷۹۱۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰ (۰۴۲)

☆

ویب سائٹ

www.tarjumanulquran.com

ای- میل

tarjuman@pol.com.pk

☆

قیمت فی شمارہ: ۲۰ روپے

زر سالانہ: ۲۰۰ روپے

بھارت ۳۵۰ روپے

بنگلہ دیش، ایران ۵۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ، یورپ،

مشرق بعید، افریقہ ۷۰۰ روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۵۰ روپے

۶۰ سال پہلے

عظیم الشان خود فریبی

کانفڈریسی آف انڈیا، مصنف: "ایک پنجابی"۔ شائع کردہ: سر محمد شاہ نواز خان نواب ممدوٹ، ڈیوس روڈ، لاہور۔

ساری کتاب پڑھ جانے کے بعد چند باتیں خاص طور پر دماغ کو سوچنے پر مجبور کرتی ہیں:

(۱) اول یہ کہ مصنف کی نظر میں ہندستان کے مسلمانوں جیسے نیک اور معصوم لوگ دنیا میں اور کہیں نہیں بستے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندے ہیں مگر باوجود اس کے ہندوؤں نے ان پر مسلسل اور بے پناہ ظلم ڈھائے ہیں۔ اپنی شماری اکثریت کی بنا پر انگریز کے قائم کردہ نیم جمہوری نظام سے فائدہ اٹھا کر غریب اور بے دست و پا مسلمانوں کو خوب کچلا ہے اور اب ان کے ساتھ رہنا ناقابل برداشت ہے۔ مصنف نے کہیں بھولے سے بھی یہ نہیں لکھا کہ آخر یہ مسلمان خود اس ملک میں ایک ہزار سال سے کیا کرتے رہے ہیں۔ ان کی اخلاقی و معاشرتی زندگی کس سانچے میں ڈھلی۔ انھوں نے اپنی قوتوں کو کن مقاصد زندگی کے پیچھے صرف کیا۔ ان کے سیاسی، معاشی، تعلیمی اور اخلاقی تنزل میں ان کے اپنے کرتوتوں کا کتنا دخل ہے۔ انھوں نے اپنی تہذیب اور روایات کو آخر کیوں نہ محفوظ رکھا۔ انگریز اور ہندو کی سیاست سے کیوں دھوکا کھا گئے اور اگر یہ غلطیاں ہوئیں تو ذمہ دار کون ٹھیرا؟ قابل مصنف نے دور دور کی باتیں تو بہت دیکھی ہیں مگر افسوس کہ اپنے گھر کا جائزہ نہ لیا کہ یہاں کیسا سامان پڑا ہے، کہاں سے آیا ہے، اس کی کیا قدر و قیمت ہے، اس کا کیا مصرف ہے۔ غیروں کو کوسنے اور لعنت ملامت کرنے سے حاصل کیا؟ خود اپنا دہن گندہ ہوتا ہے، اپنے ظرف کا پتا چلتا ہے، اپنا نقصان ہوتا ہے۔ دراصل یہ ایک عظیم الشان خود فریبی ہے، جس میں آج ہندی مسلمانوں کا قریب قریب کل علمی طبقہ مبتلا ہے۔ اسی کتاب میں ایک جگہ تو اسلام کے اعلیٰ آئین اخلاق اور بہترین اصول معاشرت پہ فخر کیا گیا ہے اور دوسری جگہ سیکڑوں صفحوں میں ہندوؤں کو برا بھلا کہا گیا ہے۔ اور پھر یہ بھی توقع ہے کہ ہندو ٹھنڈے دل سے ان مسائل پر غور و خوض بھی کریں گے۔

(۲) دوسری بات جو ایسی ہی نمایاں ہے، وہ یہ ہے کہ سارا الزام ہندوؤں پر رکھا گیا ہے، حکومت کی طرف کہیں ہلکا سا اشارہ بھی موجود نہیں اور ہے تو بہت مودبانہ انداز میں، جس سے اگر آئے تو وفاداری ہی کی بو آئے، شکایت کی جھلک نہ ہو۔ دنیا جانتی ہے کہ انگریزی اقتدار نے اس ملک کے نام نہاد مسلمانوں کے رہے سہے ملی سرمائے کو بھی کس طرح لوٹ کر برباد کیا اور کس طرح ہندستان کی غیر مسلم قوموں سے اشتراک عمل کر کے مسلمانوں کو تاخت و تاراج کیا۔ باوجود اس کے اُس اقتدار اعلیٰ کو بے گناہ اور صرف اس کے آلہ ہائے کار ہی کو گناہگار ٹھیرانا ایک عجیب بات ہے۔ ("مطبوعات"، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، ماہنامہ ترجمان القرآن جلد ۱۷، عدد ۴-۵، شوال و ذی العقدہ ۱۳۵۹ھ، دسمبر ۱۹۴۰ء و جنوری ۱۹۴۱ء، ص ۳۹۳-۳۹۵)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ہدایات

قاضی حسین احمد

ہمارے نظام جماعت میں ارکان کا کل پاکستان اجتماع بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ارکان جماعت ہی ہماری جماعت کا مرکز و محور اور اصل طاقت ہیں۔ یہ ہماری پوری افرادی قوت کا مرکزی دائرہ ہے۔ اس کے گرد دوسرا دائرہ کارکنان جماعت اور متفقین اور ممبران کا ہے اور تیسرا دائرہ عامتہ المسلمین کا ہے جن کی تائید حاصل کر کے ہم اپنے ملک میں اور پوری دنیا میں اقامت دین کی جدوجہد کے ذریعے بنیادی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہوں' اللہ کے بندوں کی حیثیت سے اپنا فرض منصبی ادا کریں اور بالآخر اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

ارکان جماعت کا یہ مرکزی دائرہ اور محور جتنا مضبوط ہوگا' جماعت اتنی ہی مضبوط ہو گی اور اس میں دوسرے اور تیسرے دائرے کے لوگوں کو لے کر چلنے کی صلاحیت اسی نسبت سے زیادہ ہوگی۔ بلاشبہ ارکان ہمارے اس نظام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن اللہ کا پیغام تمام انسانوں کے لیے ایک ہی ہے یعنی یہ کہ سچے دل سے اللہ کے بندے بن جاؤ اور جو مشن اللہ نے تمھارے سپرد کیا ہے اس میں سرگرم عمل ہو کر اللہ کے اعوان و انصار بن جاؤ۔ اس مشن کو انجام دینا ارکان کی اولین ذمہ داری ہے تاکہ وہ دوسروں کے لیے نمونے اور کشش کا باعث ہوں۔

اس عظیم کام اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے اور ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اصل مقصد' طریق کار اور اس کے مطالبات کی تذکیر اور یاد دہانی بار بار کریں۔ قرآن کا اسلوب اور حضور اکرمؐ کا یہی طریقہ رہا ہے۔ جن بنیادی باتوں کی یاد دہانی میں کرا رہا ہوں وہ آپ میں سے کسی کے لیے نئی نہیں ہیں۔ لیکن یہی وہ باتیں ہیں جن کا اعادہ اور تکرار ہمیشہ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر وقت ہمارے سامنے ہوں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم ہر وقت اپنے آپ سے یہ سوال کرتے رہیں کہ میں جماعت اسلامی میں کیوں ہوں؟ میرے سامنے اصل مقصد کیا ہے؟ اس سوال کا واضح اور دوٹوک جواب یہ ہونا چاہیے کہ میں اس لیے جماعت اسلامی میں ہوں کہ میں اپنے اللہ کو راضی کر سکوں' میرے پیش نظر آخرت کی کامیابی ہے۔ رب کی رضا کے لیے اعلاے کلمتہ اللہ' اقامت دین اور اللہ کی طرف دعوت دینا ہر مسلمان اور رسولؐ اللہ کے ہر امتی کا فرض ہے۔ صرف انفرادی طور پر اس کام کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ یہ کام اجتماعی جدوجہد کا متقاضی ہے۔ جماعت اسلامی اس مقصد کے لیے منظم جدوجہد کر رہی ہے اور میں اس منظم جدوجہد میں بطور رکن جماعت شریک ہو کر اس مقصد کو بخوبی حاصل کر سکتا ہوں۔ جب تک ہم اس مقصد کے لیے مخلصانہ جدوجہد کرتے رہیں گے اور یہ ہر وقت ہمارے پیش نظر رہے گا اس وقت تک ان شاء اللہ ہماری اجتماعی سمت بھی درست رہے گی اور ہم میں سے ہر فرد کی سمت بھی درست رہے گی۔

اس کے ساتھ ساتھ رکنیت کی بنیادی شرائط بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہییں۔

عہد وفا' وفاے عہد

علم' پہلی ضرورت: اسلام کا علم ہماری پہلی ضرورت ہے۔ علم ایک جامد چیز نہیں ہے۔ علم مسلمان ہونے کے لیے بھی شرط ہے اور علم ہی انسان کا امتیاز ہے (عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا)۔ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی' حلال و حرام کی تمیز نہیں ہو سکتی اور حق اور باطل کے درمیان فرق کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ حضور نبی کریمؐ کا ارشاد گرامی ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ' علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے۔ اور فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ' پنگھوڑے سے لے کر لحد تک علم حاصل کرتے رہو۔ یعنی پوری زندگی طلب علم میں گزارنے کا حکم ہے۔ رکن بننے کے لیے اتنا علم تو لازمی ہے کہ اسلام اور غیر اسلام کا فرق معلوم ہو جائے۔ لیکن کم پر اکتفا کرنا رکن جماعت کے شایان شان نہیں ہے۔ جس نے اپنی پوری زندگی اعلاے کلمتہ اللہ کے لیے وقف کرنے کا حلف اٹھایا اس کی ذمہ داری ہے کہ ہر لمحے اپنے علم میں اضافے کے لیے کوشاں رہے۔

قرآن سے تعلق: ہمارے ارکان جماعت کا فرض ہے کہ قرآن کریم کے ساتھ خصوصی تعلق رکھیں۔ اس کی تلاوت اور اسے سمجھ کر پڑھنا' تفسیر کا مطالعہ اور ہر وقت قرآن ساتھ رکھنا' جماعت کے ارکان کی صفت اور شناخت ہونی چاہیے۔ ہمارے بعض ارکان قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور تجوید کے ساتھ ناظرہ پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس کا مجھے ذاتی تجربہ ہے۔ یہ امر ارکان جماعت کے لیے افسوس ناک ہے۔ ہمارے تمام ساتھیوں کا فرض ہے کہ عمر کے جس حصے میں بھی ہوں' قرآن کریم کو صحیح تجوید کے ساتھ

پڑھنے کی صلاحیت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے معنی و مفہوم اور پیغام و احکام کو سمجھیں اور قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔ میں آپ سے یقین سے کہتا ہوں کہ جتنا قرآن آپ کی روح میں جذب ہوگا' اتنے ہی آپ اچھے انسان اور متحرک کارکن بن جائیں گے۔ اس طرح خود اپنے لٹریچر اور تمام دستیاب اسلامی لٹریچر کا بار بار مطالعہ ایمان کو تازہ رکھنے' فکر کو بیدار کرنے اور کارزار حیات میں مقابل قوتوں پر علمی تفوق حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

اللہ کا قرب: فرائض کی ادائیگی اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکنیت کی اولین شرائط میں سے ہے۔ یہ تو وہ کم سے کم معیار ہے جس کا اسلامی شریعت ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔ کم پر قانع ہو جانا عبادالرحمٰن کا شیوہ نہیں' ان کا شوق اور ان کی کوشش تو رب کے قرب کا حصول اور صبغۃ اللہ میں رنگ جانے کی ہوتی ہے۔ فرائض کی حیثیت تو اس دروازے کی سی ہے جس سے ہم اس نعمت کدے میں داخل ہوتے ہیں۔ تاہم اللہ کے قرب اور اسلام کی چاشنی سے روشناس ہونے کے لیے عبادت میں احسان کی کیفیت پیدا کرنا ضروری ہے' خاص طور پر ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ان کو تو سمجھنا چاہیے کہ ان کی قوت کا راز اور دعوت کی راہ میں ان کا سب سے قیمتی اسلحہ یہی احسان کی کیفیت ہے۔ احسان کی کیفیت کی تشریح کرتے ہوئے رسول اللہ نے فرمایا ہے: اَنْ تَعْبُدَاللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کہ تو اپنے رب کی ایسی عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے۔ لیکن اگر یہ کیفیت نہ پیدا ہو سکے تو اتنی تو ضرور ہونی چاہیے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ نماز باجماعت کا اہتمام بھی بہت ضروری ہے۔ یہ عام مسلمانوں کے ساتھ اور دین دار مسلمانوں کے ساتھ رابطے کا بھی ذریعہ ہے اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات میں دل چسپی کی علامت بھی ہے۔

حلقہ احباب کا قیام: آپ جس مسجد میں نماز پڑھیں اس مسجد کے تمام نمازیوں کے ساتھ آپ کے خصوصی تعلقات ہونے چاہییں۔ اس کے لیے ہمارے مرحوم بھائی خرم مراد صاحب نے "حلقہ احباب" کے نام سے ایک طریقہ رائج کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ طریقہ جماعت میں پوری طرح سے رائج نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ ارکان جماعت کے تساہل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ جماعت کے ارکان فجر کی نماز باقاعدگی سے اپنے محلے کی مسجد میں ادا کریں۔ مسجد کے تمام نمازیوں کے ساتھ بہ تدریج ذاتی روابط قائم کریں' چاہے ان کا تعلق کسی بھی سیاسی جماعت یا مذہبی مکتب فکر سے ہو۔ اس پورے گروہ کو اپنا حلقہ احباب بنالیں اور ان کے گھروں میں بیمار پرسی' شادی اور غمی کے مواقع پر اور دوستانہ تبادلہ خیال کے لیے آنا جانا اپنا معمول بنالیں۔ اس طرح آنے جانے سے محلے بھر میں ایک حلقہ احباب تشکیل پا جائے گا جو دعوت الی الخیر کے لیے انتہائی مفید میدان ثابت ہوگا اور کسی مزاحمت کے بغیر آپ کو اللہ کے دین کے

راستے میں مفید ساتھی مل جائیں گے۔ ضروری نہیں ہے کہ یہ سب لوگ جماعت اسلامی میں شامل ہوں لیکن اچھے ذاتی روابط کے نتیجے میں مشترک مقاصد کے لیے آپ ان سب کا تعاون حاصل کر سکیں گے۔

اجتماع اہل خانہ: ہمارا ایک اور اہم پروگرام اجتماع اہل خانہ ہے۔ یہ بیوی بچوں کی تربیت کی خاطر بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اگر ہفتہ میں کم از کم ایک بار بھی اہل خانہ ایک دعوتی اجتماع کے لیے ایک آدھ گھنٹے کے لیے مل بیٹھیں تو پورے خاندان کی فضا پر بہت مفید اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت جماعت اسلامی میں پورے پورے خاندان' مرد' عورتیں' نوجوان' بچے بچیاں سب شریک ہیں۔ سب کی اپنی الگ الگ تنظیمیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ اگر گھر میں بھی دعوت دین کا ماحول پیدا ہو جائے تو یہ ایک مسلم گھرانہ قائم کرنے کے لیے بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اپنی انفرادی تربیت اور مطالعہ قرآن وحدیث کے بعد اپنے خاندان کی تعلیم و تربیت ہمارا سب سے اولین کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں ہمیں اس کی فکر کرنے کا حکم دیا ہے کہ اپنے کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ (قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا)۔ دعوت کی حکمت عملی کے اعتبار سے خاندان کی اصلاح خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ درست ہو جائے تو پوری دیوار سیدھی اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور یہ کمزور یا ٹیڑھی رہے تو تا ثریا می رود دیوار کج۔ ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کام کی تدریج یہ ہے کہ مسلم فرد کی تربیت ہو' مسلم گھرانے کی تعمیر ہو' مسلم معاشرے کی تعمیر ہو' اور مسلم حکومت کے ذریعے سے ان سب کو قوت عطا ہو اور انسانی تہذیب و تمدن خیروصلاح کا گہوارہ بن جائے۔

اہل خانہ سے حسن سلوک: اپنے گھر کو ایک اچھے مسلم گھرانے کا نمونہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا سلوک اپنے اہل خانہ کے ساتھ محبت' شفقت اور بے تکلفی کا ہو۔ حضور نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے اچھا ہے۔ ہمارے معاشرے میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے کم تر سمجھا جاتا ہے' لڑکے کو لڑکی پر فوقیت دی جاتی ہے' لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کو کم اہمیت دی جاتی ہے' اس کا اسلامی تصور سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ عورت اور مرد حقوق میں برابر ہیں۔ اگرچہ ذمہ داریوں میں دونوں کے درمیان فرق ہے۔ اگر ایک طرف خواتین کو مغربی تہذیب کی یلغار سے محفوظ رکھنا ہمارا فرض ہے تو دوسری طرف یہ بھی ہمارا فرض اولین ہے کہ ہمارے رواجی معاشرے میں عورت کو جس طرح تعلیم' وراثت اور دوسرے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے' ہم اس بے انصافی کے خلاف بھی آواز بلند کریں۔ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حقوق نسواں کے بارے میں شعور اور آگہی پیدا کریں اور جس طرح رواجی پابندیوں کو عین اسلام قرار دیا جاتا ہے' خود اس روش کا شکار ہونے کی بجائے عورت کو پاکستانی معاشرے میں وہی ممتاز اور باعزت مقام دلوانے کی جدوجہد کریں جو ایک خالص

اسلامی معاشرے کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس مقصد کے لیے ارکان اور کارکنان جماعت کو اپنے گھر میں عورتوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے حقوق کا زیادہ لحاظ کرنا چاہیے اور گھر میں ایک ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی مکمل طور پر اہم مشوروں میں شامل ہوں۔

ہفتہ وار اجتماع کارکنان: نظام جماعت میں تربیت کارکنان کا ابتدائی اور موثر ذریعہ ہفتہ وار اجتماع کارکنان ہے۔ اس اجتماع کو موثر بنانے کے لیے اور کارکنان کی دل چسپی برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تنوع ہو۔ یہ ایک زندہ اور بیدار اجتماع ہو۔ اس کے لیے تیاری کریں۔ محنت کر کے اپنے ساتھیوں کو فکری اور روحانی غذا فراہم کریں۔ ہر اجتماع کے بعد وہ محسوس کریں کہ وہ اس سے کچھ لے کر اٹھ رہے ہیں۔ محض نشستند و گفتند و برخاستند کی کیفیت نہ ہو۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ناظم اور دوسرے ذمہ دار ہر اجتماع کو مفید بنانے کے لیے شعوری کوشش کریں اور محض روا روی میں یہ کام انجام نہ دیا جائے۔ اس اجتماع میں کارکنان کو ہفتہ بھر کے لیے انفرادی اور اجتماعی کام دیا جائے، ہفتہ وار کارکردگی کا جائزہ لیا جائے، اردگرد کے ماحول میں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام کا جائزہ لیا جائے، گھر گھر دعوت پہنچانے کے لیے منصوبہ بندی کی جائے، اور ہر کارکن کے ذمے متعین کام لگا دیا جائے۔ ایک عام ممبر یا متفق کارکن بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے ذمے متعین کام لگا کر اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو جماعت اسلامی کا ذمہ دار کارکن سمجھنے لگتا ہے۔

دعوت الی اللہ: ہمارا اصل کام اللہ کی طرف بلانا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (یوسف ۱۲:۱۰۸) "آپ کہہ دیجیے (اے نبی) میرا راستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے ساتھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہے ہیں اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے"۔ چنانچہ اس ملک کے ایک ایک فرد تک پہنچنا اور انھیں اللہ کی طرف بلانے کا حق ادا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ اگر ہم اپنی برادر تنظیموں کے کارکنوں کے ساتھ مل کر ایک منصوبے کے تحت پورے شوق سے اس کام کو کرنے کا تہیہ کرلیں تو اللہ کے فضل سے اب ہماری تعداد اتنی ہے کہ ہم ایک دو سال میں ہر گھر اور ہر فرد تک پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم کولھو کے بیل کی طرح ایک محدود دائرے کے اندر ہی گردش نہ کرتے رہیں بلکہ اپنے خول سے باہر نکل کر ہر ایک کے ساتھ رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کا حکم تو آپ کے لیے یہ ہے کہ کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، اور ہمارا عالم یہ ہے کہ ہم اپنے ہی حلقے میں سارا وقت گزار کر خوش ہو لیتے ہیں کہ بہت کام کرلیا۔ اصل کام تو اپنے حلقے سے باہر نکلنا، دوسروں تک پہنچنا، ان کی سننا اور ان کو اپنی بات سنانا اور انھیں اپنی دعوت میں جذب کرنے کی

کوشش کرنا ہے۔ بلاشبہ موثر انفرادی رابطہ ابلاغ کا سب سے کامیاب ذریعہ ہے۔ اس کے لیے آپ متنوع طریقے اختیار کرسکتے ہیں:

- براہ راست دعوت کے لیے کسی کے ساتھ ملاقات کرنے کے لیے اس کے دفتر یا گھر جانا۔
- بچے یا بچی کی تعلیم کے سلسلے میں گفتگو کرنے کے لیے ملاقات کرنا۔ اگر آپ بیٹھک اسکول یا مسجد مکتب قائم کرلیں تو یہ بچوں کے علاوہ ان کے سرپرستوں تک دعوت پہنچانے کا موثر ذریعہ بن سکتا ہے۔
- بیمار پرسی، مزاج پرسی، تعزیت، مبارک باد وغیرہ کے لیے جانا۔
- خدمت کا کام منظم کر کے، بیماروں کے علاج میں مدد اور رہنمائی، گیس، بجلی کا بل ادا کرنے کی خدمت کی پیش کش، پولیس اسٹیشن اور سرکاری دفاتر میں مدد۔ اس کے لیے آپ مختلف اداروں میں موجود جماعت کے ہم خیال لوگوں سے رابطہ پیدا کریں۔
- عام طور پر لوگوں کو ظلم اور غنڈہ گردی کے مقابلے میں تحفظ فراہم کرنا۔ اس کے لیے نوجوان کارکنوں کو منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام شباب ملی، اسلامی جمعیت طلبہ، جمعیت طلبہ عربیہ اور حزب المجاہدین سے مل کر کیا جاسکتا ہے۔ یہ معاشرے کی ایک اہم ضرورت ہے اور اگر جماعت اسلامی کے ارکان اور کارکنان توجہ دیں تو سارا کام اس وقت تھوڑی سی کوشش اور توجہ کے نتیجے میں منظم ہو سکتا ہے۔

مسجد مکتب اسکیم: مسجد مکتب کے قیام کا ایک چھوٹا سا تجربہ ہمارے چند کارکنوں نے خود منصورہ کے آس پاس کی کچی آبادیوں میں کیا۔ جب مسجد مکتب کے اساتذہ کی پہلی تربیت گاہ شروع ہوئی تو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مسجد مکتب کے قیام کا عملی تجربہ کیا جائے۔ چند کارکنوں کو یہ کام سونپا گیا کہ وہ آس پاس کی بستیوں میں دیکھیں جو بچے بچیاں تعلیم کی نعمت سے محروم ہیں، گلی کوچوں میں آوارہ بھٹک رہے ہیں، شفقت سے محروم ہیں، غربت اور ناداری کی وجہ سے یا معاشرے کی عدم توجہی کے باعث یونہی خاک میں رل رہے ہیں، ان کو تلاش کریں اور ان کے والدین سے درخواست کریں کہ ایک دو گھنٹے کے لیے بچے یا بچی کو منصورہ کی جامع مسجد میں بھیج دیں۔ اس طرح سے دو چار روز میں ۶۰، ۷۰ بچے بچیاں جمع ہوگئیں۔ ان بچوں کو پیار محبت سے دو چار دنوں میں بسم اللہ، کلمہ طیبہ، سلام، وضو اور نماز وغیرہ سکھایا گیا اور جب چند روز بعد کارکنان ان کے گھروں میں گئے تو چند بچوں کی مائیں فرط جذبات سے رو پڑیں کہ ان کے بچوں کو پیار محبت ملا ہے اور اب ان کے دل مسجد کے ساتھ اٹکے ہوئے ہیں۔ چند روز کے اندر ہم نے یہ تبدیلی بھی دیکھی کہ بچوں کی طرف ان کی مائیں بھی توجہ دینے لگی ہیں۔ انھیں نہلا دھلا کر مسجد میں

بھیجتی ہیں۔ ان کے کپڑے اُجلے ہوتے ہیں اور ان کے اندر صفائی اور نظافت کی حس بیدار ہوگئی ہے۔ معاشرے کے غریب اور پسماندہ طبقات کی خدمت کرنے اور ان تک رسائی حاصل کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ ارکان و کارکنان سے میری درخواست ہے کہ وہ اپنے ماحول میں اس طرح کے ایک مسجد مکتب کی بنیاد ڈال دیں۔ اس پر خرچ کچھ بھی نہیں آتا۔ اگر آپ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے، لکھنا پڑھنا سکھانے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آداب شہریت سکھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور مقامی مسجد کی کمیٹی اور امام و خطیب کا تعاون حاصل کر سکتے ہیں تو معاشرے کی اس سے زیادہ بہتر خدمت کوئی نہیں ہے کہ آپ غریب اور بے سہارا بچوں کو محبت اور شفقت کے ساتھ علم کی روشنی سے فیض یاب کر دیں۔ اس طرح آپ غریب کی کٹیا کو علم کی شمع سے منور کر سکتے ہیں۔

بیٹھک اسکول: اسی نوعیت کا کام ہماری خواتین بیٹھک اسکول کے ذریعے کر رہی ہیں۔ کراچی اور لاہور کی پس ماندہ آبادیوں میں، کئی ہزار بچے اور بچیاں ان اسکولوں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کا نصاب اس طرح کروایا جا رہا ہے کہ دین کا فہم اور شہری شعور بھی پیدا ہو۔ اس ذریعے ان بچوں کے خاندانوں میں دعوت کے راستے کھلے ہیں۔ ہماری خواتین نے اپنی گھریلو اور دیگر مصروفیات کے باوجود اس کام کو بڑی توجہ اور محنت سے منظم کیا ہے، یقیناً اللہ ہی انھیں اجر دینے والا ہے۔ یہ اُن بچوں کی تعلیم دینے اور پاکستان کا باوقار شہری بنانے کا کام ہے جن کے والدین فیس ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اگر معاشرے کے باوسائل افراد اپنے اپنے محلوں میں خواتین کے ساتھ تعاون کریں تو اس کام میں وسعت کی بڑی گنجایش ہے۔

ہمارا مقصود، رضاے الٰہی: خدمت خلق اور رابطہ عوام کا یہ سارا کام کرتے وقت ایک لمحے کے لیے بھی یہ امر ذہن سے اوجھل نہیں ہونا چاہیے کہ ہمارا مقصد حقیقی اللہ کی رضا ہے۔ یہ مقصد حقیقی ہر وقت مستحضر ہوگا تو پوری زندگی سراسر عبادت بن جائے گی۔ ساری بھاگ دوڑ اللہ کے راستے میں شمار ہوگی اور فلاح اخروی کا موجب بنے گی۔ خدانخواستہ اگر یہ مقصد حقیقی نظر سے اوجھل ہو جائے یا بالکل ہی پس منظر میں چلا جائے تو یہ بھاگ دوڑ منفی اثرات مرتب کرے گی۔ جماعت کے بارے میں جو لوگ یہ شکایت کرتے ہیں کہ اس پر سیاست غالب آگئی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ایسے کارکنوں کو دیکھتے ہیں کہ جلسہ، جلوس، تھانہ کچہری، احتجاج اور ہنگاموں میں تو بڑی تیزی دکھاتے ہیں لیکن نماز، ذکر، تلاوت قرآن میں وہ شوق اور جذبہ نظر نہیں آتا جو اللہ والوں میں نظر آنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تمام اعمال کا مقصود حقیقی واقعتاً اللہ کی رضا ہو اور یہ مقصد ہر وقت مستحضر بھی ہو، تو ساری سیاسی جدوجہد اور خدمت خلق کی بھاگ دوڑ کے نتیجے میں اللہ کے ساتھ تعلق مزید مضبوط ہوتا ہے اور شخصیت پر وہی اثرات مرتب ہوتے

ہیں جو نماز، روزے اور ذکر کے نتیجے میں ہوتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر توجہ اللہ کی طرف ہو اور نیت خالص ہو تو بڑے بڑے سیاسی معرکے اللہ کے قرب اور دل کی نرمی اور گداز کا ذریعہ بنتے ہیں۔ نمازوں میں زیادہ لطف محسوس ہوتا ہے اور دل ہر وقت شکروسپاس اور اللہ کی کبریائی کے اثرات کے تحت مطمئن رہتا ہے۔ زندگی کو سیاسی اور غیر سیاسی یا دینی و دنیاوی میں تقسیم کرنا دین اسلام کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ البتہ دنیا کے امور کو سرانجام دیتے وقت اللہ کے ذکر سے غافل ہو جانا انسان کو بھٹکا دیتا ہے۔ اس لیے یہ مسنون دعا ہر وقت کرتے رہنا چاہیے:

فَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ وَاَصْلِحْ لَنَا شَاْنَنَا كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اے ہمارے رب ہمیں آنکھ کی جھپک کے مانند بھی اپنے نفس کے حوالے نہ کیجیے اور ہمارے تمام کاموں کی اصلاح کیجیے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

باہمی تعلقات: مل جل کر دین کا کام کرنے کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف ۶۱:۴) بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر جنگ لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ جو لوگ خالصتاً اللہ کی خاطر آپس میں محبت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو جوڑ دیتا ہے۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ (الانفال ۸:۶۳) اگر زمین کی ساری دولت آپ خرچ کر دیتے تب بھی آپ ان کے دلوں کو آپس میں نہیں جوڑ سکتے تھے لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا ہے"

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

آپس میں محبت بڑھانے کے لیے قرآن کریم کا حکم ہے کہ سلام کا جواب بہتر انداز میں دیا جائے۔ یعنی اگر کوئی کہے کہ السلام علیکم، تو آپ کہیں: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ اگر کوئی کہے کہ السلام علیکم ورحمتہ اللہ تو آپ کہیں: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اسی طرح بہتر جواب دینے کا انداز یہ ہے کہ زیادہ گرم جوشی اور زیادہ خندہ پیشانی سے جواب دے کر استقبال کیا جائے۔ اگر چہرے کے اوپر ملال اور بے اعتنائی کی کیفیت ہو یا جواب بالکل ہی زیرلب دیا جائے تو یہ محبت بڑھانے کے بجائے ناراضی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے: وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ط (النساء ۴:۸۶) "اور جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر جواب دو یا کم از کم اتنا تو ضرور دو"۔

اجتماعی زندگی کے آداب میں ایک دوسرے کا احترام بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بات صرف سلام تک

محدود نہیں' یہ تو انسانی تعلقات کے آغاز اور ہماری تربیت کے لیے ہے' ہمارے تو تمام معاملات اس اصول پر مرتب ہونے چاہییں کہ خوب سے خوب تر کی طرف پیش قدمی ہمارا طریقہ ہو۔ برائی کو بھی بھلائی سے بدلیں (اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ) اور حسن کے جواب میں احسن اور مزید بہتر راستہ اختیار کریں' پھر دیکھیے راستے کس طرح کھلتے ہیں اور قرآن کی یہ بشارت پوری ہوتی ہے کہ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حم السجدہ ۴۱:۳۴) تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کو عداوت پڑی ہوئی تھی وہ تمھارا جگری دوست بن گیا ہے۔

بعض ساتھی زیادہ بے تکلفی میں ایک دوسرے کے احترام کے ظاہری مظاہر کو ترک کر دیتے ہیں یا درشت اور سخت رویے کو بے تکلفی کا مظہر سمجھنے لگتے ہیں۔ اس طرح کا طرز عمل بالآخر تعلقات میں سرد مہری اور تلخی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ بے تکلفی کے ساتھ ساتھ آداب مجلس کا لحاظ رکھنا' خندہ پیشانی سے ملنا' محبت کا اظہار کرنا' مصافحہ کرنا' اور اگر زیادہ طویل مدت کے بعد بے تکلف دوست مل جائے تو معانقہ کرنا محبت بڑھانے کا سبب بنتے ہیں۔ چھوٹے موٹے تحائف اور ہدایا کا تبادلہ بھی اس کا ایک ذریعہ ہے۔ ایک دوسرے کا استقبال کرنا' بڑھ کر خوش آمدید کہنا' دوسرے کو کرسی پیش کرنا' پھول کا تحفہ پیش کرنا' ٹیک لگانے کے لیے تکیہ دینا اور اس طرح کے چھوٹے چھوٹے انداز محبت' انکساری اور ملنساری کی علامتیں ہیں۔ خود بھی ان کو اپنانا چاہیے اور بچوں کو بھی سکھانا چاہیے۔

ستر پوشی مومن کی صفات میں سے ایک اہم صفت ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے بھائی کے ستر کو چھپایا' اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے ستر کو چھپائے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو اپنے بھائی کا ایک عیب نظر آگیا' آپ پر اس کی کوئی کمزوری ظاہر ہو گئی تو آپ اس کا اعلان کرنے اور لوگوں کو اس سے باخبر کرنے کی بجائے اسے چھپا دیں تو یہ اللہ کے ہاں اجر کا باعث ہوگا۔

اسی طرح تجسس اور غیبت سے منع کیا گیا ہے۔ غیبت یہ ہے کہ آپ کے بھائی میں کوئی عیب موجود ہے اور آپ اس کی غیر موجودگی میں دوسروں کے سامنے اس کا ذکر کریں۔ اگر وہ عیب سرے سے موجود ہی نہیں ہے' تو یہ بہتان ہے جو زیادہ سنگین جرم ہے۔

ان احکام کی روشنی میں جب آپ احتساب کی جماعتی روایت دیکھیں گے تو اس کی حدود آپ کی سمجھ میں خود بخود آجائیں گی۔ اسی لیے مسلمان کو مسلمان کا آئینہ کہا گیا ہے کہ آئینہ صرف اپنے سامنے والے کو بتاتا ہے کہ وہ کیسا ہے' اس میں کیا خوبی اور کیا نقص ہے' اور بڑھا چڑھا کر بتانے کی بجائے اتنا ہی بتاتا ہے جتنا کہ حقیقت ہے۔ اس کی تشہیر بھی نہیں کرتا۔ غیبت نہیں کرتا بلکہ خاموشی سے بتا دیتا ہے۔

احتساب وہی مفید ہے جس کے پیچھے محبت کا جذبہ کار فرما ہو۔ اگر اس کے پیچھے حسد' بغض یا چغلی اور

بدخواہی ہوگی تو وہ جماعت کے لیے مضر اور باہمی تعلقات کو خراب کرنے کا موجب ہوگا۔ ایسے احتساب سے گریز کرنا چاہیے جو جماعت میں محبت کی بجائے بددلی پیدا کرنے کا سبب بنے۔

مؤثر تنظیم کے تقاضے

خوے دل نوازی: باہمی اچھے تعلقات اور محبت کے ساتھ ساتھ عوام الناس سے بھی محبت کا برتاؤ دعوت کو عام کرنے کے لیے بنیادی وسیلہ ہے۔ مومن کی نشانیوں میں ایک نشانی حضور نبی کریمؐ نے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ خندہ رو ہوتا ہے اور کھلی پیشانی سے ملتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا: تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ اَخِيْكَ لَكَ (ترمذی) تیرے بھائی کے لیے تیرا مسکراتا ہوا چہرہ صدقہ ہے۔

ایک مسجد میں عام اجتماع کے موقع پر جب جماعت کے ایک بزرگ ساتھی نے میری موجودگی میں جماعت کے کارکنوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی یہ خصلت اللہ کو بہت پسند ہے کہ آپ آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو اجتماع میں موجود ایک عام آدمی نے اٹھ کر مجمع کے سامنے مجھ سے کہا کہ قاضی صاحب! اپنے ساتھیوں سے کہہ دیں کہ آپس میں محبت کے علاوہ عام مسلمانوں سے بھی محبت کیا کریں۔ میں نے نکتہ اٹھانے والے اس شخص سے اتفاق کیا۔ کارکنان جماعت سے میری یہی استدعا ہے کہ عام لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا سلوک کریں۔ قرآن کریم میں حکم دیا گیا ہے: قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ ۲:۸۳) "لوگوں سے اچھی بات کرو"۔ قول حسن وہی گفتگو اور بات ہے جو سچی بھی ہو، پیاری بھی ہو اور خندہ پیشانی سے کی جائے، جس سے دوسرے کے دل میں خوشی کے احساسات پیدا ہوں۔ یہ حکم عام ہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، ہر انسان سے ہمارا رویہ بلند اخلاق کے شایان شان ہو۔ حضور نبی کریمؐ کو اللہ نے فرمایا: اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (القلم ۶۸:۴) "اور (اے نبیؐ) آپ بلاشبہ اخلاق کے بلند ترین مقام پر ہیں"۔ حضور نبی کریمؐ کے امتیوں میں بھی ان کے بلند اخلاق کا پرتو نظر آنا چاہیے۔

تنظیم کے ساتھ منسلک افراد کے آپس کے تعلقات اور باہمی محبت اور احترام کا دارومدار سب سے بڑھ کر مقامی ناظم یا مقامی امیر کی شخصیت اور رویے پر ہے۔ اگر ناظم یا امیر تنظیم کے ساتھ ساتھ کارکنان کے باہمی تعلقات کا خیال رکھے، خود نرم خو ہو، کارکنان کی تربیت پر بھی توجہ دے، صرف سمع و اطاعت کا تقاضا نہ کرے بلکہ کارکنان کو مشورے میں شامل رکھے اور ان کے گھریلو اور ذاتی معاملات میں بھی دل چسپی لے، ان کے حالات سے اپنے آپ کو باخبر رکھے، کارکنان کو بھی تلقین کرے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ احسان اور محبت کا برتاؤ رکھیں تو پوری جماعت ایک مربوط ٹیم کے طور پر مل کر چلتی ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہے: وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (البقرہ ۲:۲۳۷) "آپس میں احسان اور مروت کے سلوک کو مت بھولو"۔

اللہ نے اپنے نبیؐ سے فرمایا: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (اٰل عمرٰن ۳:۱۵۹) "پس اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم بنا دیے گئے ہیں اگر آپ سخت خو اور دل کے سخت ہوتے تو یہ آپ سے چھٹ جاتے"۔ اس لیے نظام جماعت میں جہاں سمع و طاعت کی اہمیت بنیادی ہے وہاں مشاورت' باہمی تعاون اور محبت کی حیثیت بھی مسلمہ ہے۔

حسن ظن: اس وقت جماعت اسلامی کی کھیتی اللہ کے فضل سے بہار دکھلا رہی ہے۔ اس سے جہاں کاشت کار کو خوشی اور مسرت ہوتی ہے وہاں مخالفین حسد اور بغض کا شکار ہیں۔ حسد اور بغض میں طرح طرح کی جھوٹی افواہیں پھیلانا' بے بنیاد الزامات عائد کرنا اور بدگمانیاں پیدا کرنا مخالفین کا عام طریق کار ہے۔ اس سے خود حضور نبی کریمؐ کو بھی سابقہ پیش آیا ہے۔ ایک اصلاحی تحریک کے لیے اس طرح کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کے لیے بہترین ہتھیار آپس میں حسن ظن ہے۔ بدگمانی سے بچنا مومن کا فرض ہے۔ اس سلسلے میں اخبارات کی خبروں اور تبصروں سے بھی خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ ایسے تمام معاملات کی تحقیق کے لیے نظم بالا کے ساتھ ہر وقت کے رابطے کی ضرورت ہے۔

ہدایت ربانی ہے: اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات ۴۹:۱۲) "بدگمانیاں کرنے سے بچو بعض اوقات محض گمان کرنے سے بھی گناہ لازم ہو جاتا ہے"۔ قرآن کریم کا حکم ہے: يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا (الحجرات ۴۹:۶) "اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو' اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر تمھارے پاس آئے تو تحقیق کر لیا کرو"۔ اخباری خبر کارکنان جماعت کے لیے کافی نہیں ہے جب تک کہ نظم جماعت سے اس کی تحقیق نہ کر لیں۔ چاہے وہ خبر کسی اپنے ہم خیال اخبار ہی کی کیوں نہ ہو۔

توسیع دعوت: کچھ عرصہ پہلے ہم نے جو ممبر سازی کی تھی اور رابطہ کمیٹیاں بنائی تھیں وہ جماعت کی توسیع دعوت میں بہت ممد اور معاون ثابت ہوئی ہیں۔ اس کام سے غافل نہیں ہو جانا چاہیے۔ ممبر سازی اور رابطہ کمیٹیوں کی تشکیل کا کام مسلسل جاری رہنا چاہیے اور ان کے ساتھ ارکان جماعت اور ذمہ داران جماعت کو مستقل رابطہ رکھنے کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ عوام الناس تک دعوت پہنچانے اور جھوٹے مخالفانہ پروپیگنڈے کا توڑ کرنے کا سب سے موثر ذریعہ یہی رابطہ کمیٹیاں ہیں۔

انتخابی حکمت عملی

ووٹر تک رسائی: جماعت اسلامی اپنی تنظیمی قوت کے باوجود قومی سطح پر الیکشن میں کبھی اچھی کارکردگی نہیں دکھا سکی۔ ہمیں اپنی اس کمی کو دور کرنا ہے۔ اس کا صحیح طریقہ کار ایک ایک ووٹر تک پہنچنا ہے۔ ووٹر لسٹوں کی تصحیح میں دل چسپی لینا اور اپنے تمام ووٹروں کے ووٹوں کے اندراج اور صحت کے

بارے میں یقین حاصل کرنا ہر کارکن کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ یہ کام ایک منصوبے کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے اور فوری طور پر مقامی ناظمین اور مقامی امرا کو اس کی فکر کرنی چاہیے۔

اگر ووٹروں سے جماعت کے امیدوار کو ووٹ دینے کا کوئی عہد بروقت لیا جاسکے تو یہ مستحسن ہے۔ صرف دعوت دے کر ہی ایک آدمی کو نہیں چھوڑ دینا چاہیے بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ قریب لانے اور کم از کم ووٹ کی حد تک ساتھی بنانے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ محض ایک بار مل لینا یا کوئی فارم پُر کرا لینا کافی نہیں، کوشش کریں کہ جن حضرات سے آپ کا ربط قائم ہوا ہے ان سے بار بار ملیں، ان کا اعتماد حاصل کریں، ان کے دکھ درد میں شریک ہوں، ان کے مسائل و مصائب سے باخبر رہیں اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح وہ آپ سے اور آپ کی جماعت سے پیوستہ ہو جائیں گے۔ اپنا ووٹ بینک بڑھانا، اس وقت ہمارے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم جہاں ایک ایک ووٹر سے ملیں، وہاں برادریوں کے ان سربراہان سے بھی میل جول بڑھائیں جو عموماً دیہات کی سطح پر ووٹروں کو کنٹرول کرتے ہیں۔

متبادل قیادت: ہمیں پوری دیانت داری کے ساتھ اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم ملک کے تمام طبقات تک دعوت پہنچانے کا پورا حق ادا نہیں کر سکے ہیں۔ مولانا مودودی نے اپنی ابتدائی تحریروں میں ایک رکن جماعت کا جو تصوراتی خاکہ پیش کیا تھا اس کے مطابق وہ اپنے ماحول کا مرجع و ماویٰ ہوگا۔ مظلوم اس کی طرف امید کی نظروں سے دیکھے گا۔ وہ شاہد عادل ہوگا اور ایک شفیق اور مہربان محبت کرنے والے فرد کی حیثیت سے اپنے علاقے کا لیڈر ہوگا۔

ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ ہمارے ارکان، الا ماشاء اللہ، عملاً اس تصوراتی خاکے کی مثال بننے میں ناکام رہے ہیں۔ اس بحث میں پڑے بغیر کہ پرانے ارکان زیادہ معیاری تھے یا نئے ارکان کی رکنیت کے معیار میں کمی آگئی ہے، یا ہمیشہ ہی کمی محسوس کی جاتی رہی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی کمی پوری کرنے کی طرف توجہ دیں اور اس اعلیٰ کردار اور اخلاق اور عوامی خدمت کا نمونہ بننے کی کوشش کریں جو مقامی سطح پر قیادت کے بحران کو حل کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔ قومی سطح پر ایک اچھی قیادت اس وقت مل سکتی ہے جب کہ مقامی سطح پر لوگوں کو اچھی قیادت میسر ہو۔

برادر تنظیموں سے رابطہ: جماعت اسلامی اپنی برادر تنظیموں کے ساتھ مل کر ایک ایسی ہمہ گیر تحریک ہے کہ ملک کے ہر طبقے میں اس کی کوئی نہ کوئی شاخ موجود ہے۔ اس پوری تحریک کو متحرک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ برادر تنظیموں کے ساتھ مقامی اور ضلعی امیر کی سطح پر موثر رابطہ ہو۔ مہینے میں کم از کم ایک اجلاس ہو جس میں ضلعی، مقامی امرا اور برادر تنظیموں کے ذمہ داران شرکت کریں اور تحریک

کے مشترک منصوبوں پر عمل درآمد کے لیے مربوط منصوبہ بنائیں۔

خواتین کا کردار

بچوں اور خواتین کے کام کی نگرانی کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا بھی جماعت کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

خواتین کے دائرے میں کام کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ شروع ہی سے جماعت میں اسے اہمیت حاصل رہی ہے اور علیحدہ نظم کے تحت کام جاری رہا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور ہماری خواتین کی محنت' قربانی اور توجہ سے کام میں ہر سطح پر غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ کچھ لوگ گھر میں بیٹھنے کی تعبیر یہ کرتے ہیں کہ دین کے کام کے لیے بھی باہر نہ نکلیں۔ لیکن جب خواتین روز مرہ کاموں کے لیے اور حصول علم کے لیے مختلف ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں تو دین کے محاذ پر جہاں مخالفین نے خواتین کو خصوصی ہدف بنا رکھا ہے' وہ کس طرح خاموش رہیں اور کیوں رہیں!

خواتین نے کام کے مختلف راستے نکالے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ مرد کارکنوں کو چاہیے کہ وہ ہر سطح پر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ہر ممکن حد تک ان کی مدد اور اعانت کریں۔ گھروں میں بچوں کو' لڑکوں اور لڑکیوں کو جو دین کی راہ پر آگے بڑھ رہے ہوں' والدین کی جانب سے سرپرستی اور حوصلہ افزائی ملنا چاہیے۔ جو دین کی راہ میں آگے بڑھتے ہیں' وہ دنیوی کیریر کے لحاظ سے بھی نقصان میں نہیں رہتے۔ ہمارے بڑوں کو بچوں کو دین کی راہ پر شعوری طور پر آگے بڑھانا چاہیے اور اس کے لیے تدابیر اختیار کرنا چاہییں۔

فریضہ اقامت دین: چند عملی پہلو

اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش: ہمارے کام کو آگے بڑھانے اور عوام الناس میں اسے تعارف کرانے کا ایک اہم ذریعہ مساجد ہیں۔ کوئی بھی دینی تحریک مساجد کو مرکز بنائے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اس غرض کے لیے علمائے کرام سے بلاتفریق مسلک باہمی احترام اور تعاون کا تعلق پیدا کرنے کے بنیادی فرائض میں شامل ہے۔ یہ کام انتہائی صبر اور حوصلے سے کرنے کا ہے۔ جماعت اسلامی کی پالیسی ایک عرصہ سے یہی ہے کہ ہر مسلک کے علما کا احترام کیا جائے اور اگر ان کی طرف سے کوئی شکایت پیدا ہو تو افہام و تفہیم اور باہمی رابطے کے ذریعے حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہمیں علمائے کرام کے کسی بھی گروہ کے خلاف محاذ آرائی سے ہر قیمت پر بچنا چاہیے۔ اس لیے کہ ہم تو اٹھے ہی دلوں کو جوڑنے اور امت کو ایک بنیان مرصوص بنانے کے لیے ہیں۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

جماعت کے ارکان اور کارکنان کو فروعی مسائل میں سخت موقف اختیار کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور فروعی مسائل میں عموماً جمہور کی رائے کا احترام کرنا چاہیے۔ اگرچہ خود ذاتی طور پر ہر رکن جماعت کو اپنے مسلک کے مطابق رائے رکھنے اور عمل کرنے کی آزادی ہے۔

کمزوریوں اور خامیوں پر نظر رکھنا: دعوت الی اللہ کا تقاضا ہے کہ کارکنان جماعت اپنی کمزوریوں پر نظر رکھیں اور کسی طرح کی بڑائی' گھمنڈ' خود پسندی اور احساس تفاخر میں مبتلا نہ ہوں۔ دوسروں کو یہ احساس دلانا کہ وہ کم تر ہیں اور آپ ہدایت یافتہ ہیں یا اخلاقی اور دینی لحاظ سے کسی برتر مقام پر فائز ہیں داعی الی اللہ کے شایان شان نہیں ہے۔ اللہ کا حکم ہے: فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النجم ۵۳:۳۲) "اپنی پاکیزگی کے گھمنڈ میں مبتلا مت ہو"۔ عجز وانکسار دانا لوگوں کا شیوہ ہے: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں کے لیے حضور نبی کریمؐ کی نو باتوں والی حدیث مشعل راہ ہے:

اَمَرَ رَبِّیْ بِتِسْع - خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَکَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَا وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاَعْفُوَ مَنْ ظَلَمَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ صَمْتِیْ فِکْرًا وَنُطْقِیْ ذِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَةً

میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے' کھلے اور چھپے اللہ سے ڈروں' غصے اور رضامندی دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں اور فراخ دستی میں میانہ روی اختیار کروں۔ جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں' جو مجھ پر ظلم کرے میں اسے معاف کروں' جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں۔ میری خاموشی فکرمندی کی خاموشی ہو' میری بات اللہ کے ذکر کی بات ہو' میری نظر عبرت کی نظر ہو۔

اور اس کے بعد حضور نبی کریمؐ نے فرمایا: وَاَنْ اٰمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْکَرِ' اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والے جماعت اسلامی کے کارکنوں کے لیے حضور نبی کریمؐ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اس حدیث نے دعوت دین دینے والوں کے لیے ایک بلند معیار اخلاق کی نشان دہی کر دی ہے۔ عوام و خواص سے رابطہ پیدا کرنے کے لیے داعی کا فرض ہے کہ وہ حسن خلق کے بلند نمونے پر ہو۔ خندہ پیشانی اور گرم جوشی سے ملنا حسن اخلاق کا بنیادی تقاضا ہے۔ کسی کی شخصیت کے بارے میں پہلا تاثر اس کے ساتھ پہلی ملاقات اور اس کے ملنے کے انداز سے قائم ہوتا ہے۔

عمومی رویہ: جماعت اسلامی کے ذمہ داران اور ارکان کے رویے کے بارے میں ایک عمومی

شکایت یہ کی جاتی ہے کہ ان کا مزاج مجلسی نہیں بلکہ دفتری ہے۔ اس شکایت میں کسی حد تک صداقت پائی جاتی ہے۔ دفاتر میں عام طور پر ذمہ داران دفتری کاموں میں الجھے ہوئے ہوتے ہیں اور آنے جانے والوں کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے حالانکہ دفتر میں بیٹھنے کا اصل مقصد رابطہ عوام اور رابطہ کارکنان ہے۔ دفتر میں بیٹھ کر فائلوں میں گم ہو جانا کہ آنے جانے والوں کی طرف کوئی دھیان ہی نہ ہو' تعلقات میں نقصان کا باعث بنتا ہے۔ سنجیدہ مطالعے یا سنجیدہ لکھنے پڑھنے کا کام کرنا ہو تو الگ تھلگ جگہ میں بیٹھنا چاہیے۔ اگر آپ کسی جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں جہاں لوگوں کا عام آنا جانا ہے تو خندہ پیشانی سے لوگوں کا استقبال کرنا' سلام کا محبت کے ساتھ جواب دینا' گرم جوشی سے مصافحہ یا معانقہ کرنا آپ کا فرض ہے۔ آنے والے کو یہ تاثر دینا ضروری ہے کہ آپ کو اس سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ آپ اسے بوجھ نہیں سمجھتے اور نہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کے کام میں مخل ہوا ہے۔ جماعت اسلامی کے دفاتر میں بیٹھنے والوں کا بہت اہم کام یہی ہے کہ وہ عوام اور کارکنان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ عوام ان کی طرف اپنے مسائل کے حل کے لیے رجوع کریں' وہاں سے تسلی' رہنمائی اور امداد حاصل کریں۔ اگر آپ ان کی اور کوئی مدد نہ بھی کر سکیں لیکن انھیں صرف اتنا احساس ہی دلا دیں کہ آپ کو ان سے محبت ہے' آپ نے ان کے کام میں دل چسپی لی ہے' آپ ان کے ہمدرد ہیں' آپ دل سے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو اکثر لوگ بڑی حد تک مطمئن ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کا رویہ اس کے برعکس ہو تو بسااوقات آپ لوگوں کا کام بھی کر لیتے ہیں لیکن رویے کی خشکی کی وجہ سے ان کو ناراض کر لیتے ہیں۔

برتری کا احساس: جماعت کے ارکان سے ایک عمومی شکایت یہ بھی ہے کہ یہ اپنے آپ کو بہت ہدایت یافتہ اور بہتر مسلمان سمجھتے ہیں اور عام مسلمانوں کو دین کے لحاظ سے کم تر اور راستے سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ جماعت کے بارے میں اس تاثر کا شکار ہیں کہ یہ اپنے آپ ہی کو صحیح مسلمان سمجھتے ہیں۔ کچھ مخالفین جان بوجھ کر بھی یہ تاثر پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس جماعت کے بارے میں یہ تاثر عام کرنے کے لیے ان پر صالحین کی پھبتی کستے ہیں۔ جماعت کے ارکان اور کارکنان کا فرض ہے کہ مخالفین کو یہ موقع نہ دیں کہ وہ عوام اور جماعت کے کارکنان اور ارکان کے درمیان خلیج حائل کر سکیں۔ ظلم کے موجودہ نظام کو تبدیل کرنے کے لیے اللہ کے بعد مسلمان عوام ہی ہمارا سب سے بڑا سہارا ہیں۔ مخالفین کی کوشش ہے کہ مسلمان عوام کو ہم سے دور رکھا جائے اور انھیں یہ تاثر دیا جائے کہ یہ لوگ تو احساس برتری کا شکار ہیں۔ آپ کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ صرف اپنے آپ کو ہی صحیح مسلمان سمجھتے ہیں۔ آج کل سیکولر طبقے نے یہ تاثر عام کرنے کے لیے بنیاد پرست (fundamentalist) کی اصطلاح بھی ایجاد کر لی ہے۔ اس طرح سے وہ مسلمانوں کے اندر دین کے لحاظ سے الگ الگ طبقے (categories) پیدا کرنا

چاہتے ہیں۔ اس سازش کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم عام مسلمانوں میں گھل مل کر کام کریں۔ ان سے محبت کریں اور انھیں یہ احساس دلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایمان کی نعمت سے نوازا ہے۔ وہ قیمتی انسان ہیں اور حقیقت بھی یہ ہے کہ کسی کو معلوم نہیں کہ اللہ کو کسی عام مسلمان کا کوئی عمل اتنا پسند ہو کہ وہ اسے بلند درجات عطا فرما دے اور جو اپنے آپ کو بڑا برگزیدہ سمجھتا ہو اس کے اعمال کو ضائع کر دے۔ ہر وقت اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہماری نظر اپنی کوتاہیوں پر ہوگی تو ہم کبھی بھی احساس برتری کا شکار نہیں ہوں گے:

نہ تھی اپنی برائیوں پر جو نظر   رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر   تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اللہ کی طرف دعوت دینے والے کو عجز و انکسار سے کام لینا چاہیے۔ یہی لوگوں کے دلوں تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

کردار کی کشش: تحریک اسلامی آج ایک عظیم مستقبل کی دہلیز پر کھڑی ہے۔ باطل کی ہر قوت اور اللہ سے بے نیاز قیادتوں کا ہر ٹولہ ناکام رہا ہے۔ حالات تبدیلی کا تقاضا کر رہے ہیں لیکن تبدیلی نہ آپ سے آپ آئے گی اور نہ ایسے حالات میں آئے گی کہ اللہ کی طرف بلانے والوں کے کردار اور نمونے میں وہ روشنی اور وہ مقناطیسیت نہ ہو جو اللہ کے نبیوں اور ان کے مخلص پیروکاروں کا طرہ امتیاز رہی ہے۔ یہ بھی اللہ ہی کا قانون ہے کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے' برف ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور آگ جلاتی ہے۔ اور یہ بھی سنت الٰہی ہے کہ جب دعوت حق پہنچانے والوں کے قول و فعل سے اس پیغام کی پُرنور شعاعیں پھوٹتی ہیں' جس کی علم برداری کے وہ دعوے دار ہیں' تو پھر تاریکیاں چھٹنے لگتی ہیں' دعوت حق انسانوں کے دلوں میں اترنے لگتی ہے' ہر داعی لوگوں کی توجہ کا مرکز اور محور بن جاتا ہے اور غلبہ حق کی راہ کی ہر مشکل آسان ہونے لگتی ہے۔ سیرت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی پیغام اور رہنمائی ہے اور ہر دور میں اسلام کی طرف بلانے والے اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب وہ اس اسوہ مبارکہؐ میں رچ بس جائیں اور ان کے اخلاق' ان کے کردار' ان کے معاملات اور ان کے تعلقات اس سانچے میں ڈھل جائیں جو سرور دوعالمؐ نے ان کے لیے تیار کیا اور جو ابد تک تحریک اسلامی کا آئیڈیل اور نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین!

(یہ تحریر ہدایات کتابچے کی صورت میں دستیاب ہے' ہر کارکن کی ضرورت ہے۔ قیمت: ۵ روپے۔ سیکڑہ پر خصوصی رعایت' منشورات' منصورہ' لاہور - ۵۴۵۷۰)

حکمت مودودیؒ

روزے میں کیفیات نفس

جو شخص روزے کی تمام شرائط پوری کرتا ہے' غور کیجیے کہ اس کے نفس میں کس قسم کی کیفیات ابھرتی ہیں:

۱- اس کو خداوند عالم کی ہستی کا' اس کے عالم الغیب ہونے کا' اس کے قادر مطلق ہونے کا' اور اس کے سامنے اپنے محکوم اور جواب دہ ہونے کا کامل یقین ہے اور اس پوری مدت میں' جب کہ وہ روزے سے رہا ہے' اس کے یقین میں ذرا تزلزل نہیں آیا۔

۲- اس کو آخرت پر' اس کے حساب کتاب پر اور اس کی جزا اور سزا پر پورا یقین ہے اور یہ یقین بھی کم از کم ان ۱۲' ۱۴ گھنٹوں میں برابر غیر متزلزل رہا ہے' جب کہ وہ اپنے روزے کی شرائط پر قائم رہا۔

۳- اس کے اندر خود اپنے فرض کا احساس ہے۔ وہ آپ اپنی ذمہ داری کو سمجھتا ہے' وہ اپنی نیت کا خود محتسب ہے' اپنے دل کے حال پر خود نگرانی کرتا ہے۔ خارج میں قانون شکنی یا گناہ کا صدور ہونے سے پہلے جب نفس کی اندرونی تہوں میں اس کی خواہش پیدا ہوتی ہے' اسی وقت وہ اپنی قوت ارادی سے اس کا استیصال کر دیتا ہے' اس کے معنی یہ ہیں کہ پابندی قانون کے لیے خارج میں کسی دباؤ کا وہ محتاج نہیں ہے۔

۴- مادیت اور اخلاق و روحانیت کے درمیان انتخاب کا جب اسے موقع دیا گیا تو اس نے اخلاق و روحانیت کا انتخاب کیا۔ دنیا اور آخرت کے درمیان ترجیح کا سوال جب اس کے سامنے آیا تو اس نے آخرت کو ترجیح دی۔ اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ اخلاقی فائدے کی خاطر مادی نقصان و تکلیف کو اس نے گوارا کیا' اور آخرت کے نفع کی خاطر دنیوی مضرت کو قبول کر لیا۔

۵- وہ اپنے آپ کو اس معاملے میں آزاد نہیں سمجھتا کہ اپنی سہولت دیکھ کر اچھے موسم' مناسب وقت اور فرصت کے زمانے میں روزہ رکھے' بلکہ جو وقت قانون میں مقرر کر دیا گیا ہے اسی وقت روزہ رکھنے پر وہ اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے' خواہ موسم کیسا ہی سخت ہو' حالات کیسے ہی ناسازگار ہوں اور اس کی ذاتی مصلحتوں کے لحاظ سے اس وقت روزہ رکھنا کتنا ہی نقصان دہ ہو۔

۶- اس میں صبر' استقامت' تحمل' یکسوئی' توکل اور دنیوی ترغیبات و تحریصات کے مقابلے کی طاقت کم

از کم اس حد تک موجود ہے کہ رضائے الٰہی کے بلند نصب العین کی خاطروہ ایک ایسا کام کرتا ہے جس کا نتیجہ مرنے کے بعد دوسری زندگی پر ملتوی کیا گیا ہے۔ اس کام کے دوران میں وہ رضاکارانہ اپنی خواہشات نفس کو روکتا ہے۔ سخت گرمی کی حالت میں پیاس سے حلق چٹخا جا رہا ہے' برفاب سامنے موجود ہے' آسانی سے پی سکتا ہے' مگر نہیں پیتا۔ بھوک کے مارے جان پر بن رہی ہے' کھانا حاضر ہے' چاہے تو کھا سکتا ہے' مگر نہیں کھاتا۔ جوان میاں بیوی ہیں' خواہش نفس زور کرتی ہے' چاہیں تو اس طرح قضاے شہوت کر سکتے ہیں کہ کسی کو پتا نہ چلے' مگر نہیں کرتے۔ ممکن الحصول فائدوں سے یہ صرف نظر' اور ممکن الاحتراز نقصانات کی یہ پذیرائی اور خود اپنے منتخب کیے ہوئے طریق حق پر ثابت قدمی کسی ایسے نفع کی امید پر نہیں ہے جو اس دنیا کی زندگی میں حاصل ہونے والا ہو بلکہ ایسے مقصد کے لیے ہے جس کے متعلق پہلے ہی نوٹس دے دیا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے اس کے حاصل ہونے کی امید ہی نہ رکھو۔

یہ کیفیات ہیں جو پہلے روزے کا ارادہ کرتے ہی انسان کے نفس میں ابھرنی شروع ہوتی ہیں۔ جب وہ عملاً روزہ رکھتا ہے تو یہ بالفعل ایک طاقت بن جاتی ہیں۔ جب ۳۰ دن تک مسلسل وہ اسی فعل کی تکرار کرتا ہے تو یہ طاقت راسخ ہوتی چلی جاتی ہے اور بالغ ہونے کے بعد سے مرتے دم تک تمام عمر ایسے ہی ۳۰'۳۰ روزے ہر سال رکھنے سے وہ آدمی کی جبلت میں پیوست ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے نہیں ہے کہ یہ صفات صرف روزے ہی رکھنے میں اور صرف رمضان ہی کے مہینے میں کام آئیں' بلکہ اس لیے ہے کہ انھی اجزا سے انسان کی سیرت کا خمیر بنے۔ وہ فجور سے یکسر خالی ہو اور اس کی ساری زندگی تقویٰ کے راستے پڑ جائے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس مقصد کے لیے روزے سے بہتر کوئی طریق تربیت ممکن ہے؟ کیا اس کے بجائے اسلامی طرز کی سیرت بنانے کے لیے کوئی دوسرا کورس تجویز کیا جا سکتا ہے؟ (سید ابوالاعلیٰ مودودی' اسلامی عبادات پر تحقیقی نظر' ص ۸۹-۹۲)۔

اللہ ہی کے ہو کر رہو!

شب قدر کا خصوصی خطاب

خرم مراد

وقت کیا چیز ہے؟

یہ ایک ایسا معمہ ہے جس کی تہہ تک انسان آج تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ جب زندگی کا دھارا بہتا ہے تو انسان سوچتا ہے کہ وقت کیا ہے! فلسفیوں نے بھی کاوشیں کیں' شعرا نے بھی مضمون باندھے اور عام انسان نے بھی' لیکن کسی کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ وقت کی حقیقت کیا ہے؟ نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق' وقت ہے ہی ایسی چیز جس کی حقیقت کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ لیکن بعض چیزیں ہم خوب جانتے اور پہچانتے ہیں' مثلاً خوشی کے لمحات ہوں تو پر لگا کے اڑ جاتے ہیں' درد و غم اور پریشانی کے لمحات ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ٹل کے نہیں دیتے۔ اسی طرح بعض دفعہ چند لمحات میں برسوں کا کام ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ برس گزر جاتے ہیں مگر چند لمحوں کی بھی پیداوار ہاتھ نہیں آتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وہ راز ہے جس کو وہی جانتا ہے۔ اس نے خود ہی فرمایا ہے کہ ہمارا ایک دن ان ہزار سالوں کے برابر ہے جن سے تم وقت شمار کرتے ہو' اور کہیں فرمایا کہ ہمارا ایک دن ۵۰ ہزار برس کے برابر ہے۔

گھڑی ایک پیمانہ ہے جو وقت بتاتی ہے' منٹوں' گھنٹوں اور دنوں میں--- یہ ایک مشینی پیمانہ ہے۔ لیکن وقت کے کچھ پیمانے دوسرے بھی ہیں' جن میں ایک رات ہزار مہینوں کے برابر بھی ہو سکتی ہے اور ایک لحظہ کی غفلت منزل کو صدیوں دور کر سکتی ہے۔ وقت کا یہ وہ پیمانہ ہے جس سے ہم سب خوب واقف ہیں لیکن اس کی حقیقت اور راز کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اسی پیمانے نے رمضان المبارک کے مہینے کو' اس کی راتوں اور دنوں کو ایک عجیب حقیقت میں بدل دیا ہے۔ ایک فرض ۷۰ فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ اعمال اور مساعی اور کاوشیں یک لخت دوسرا ہی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ ایک نفل فرض کے برابر ہو جاتا ہے جو شاید عام دنوں میں' کسی لمحے' کسی حساب سے' کسی مسلک کے تحت اور شریعت کے کسی بھی فارمولے سے ممکن نہیں ہے۔

رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ایسی آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ فرشتے اللہ کے حکم سے اس رات میں نازل ہوتے ہیں اور جو کچھ اس رات میں پایا جاتا ہے وہ عام حالات میں ممکن نہیں۔ ویسے تو ہر رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس کی خبر صادق مصدوق نے دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے، اپنے چاہنے والوں سے قریب آتا ہے اور پکارتا ہے کہ "ہے کوئی جو مجھ سے مانگنے والا ہو، میں اس کو عطا کروں۔ ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرنے والا ہو، میں اس کا سوال پورا کروں، اور ہے کوئی جو اپنے گناہ بخشوانا چاہے، میں اس کے گناہ بخشنے کے لیے موجود ہوں"۔

ہم میں سے جو بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہے، وہ کسی نہ کسی درجے میں اپنے دل میں چھپی، ظاہر یا کھلی یہ خواہش ضرور رکھتا ہے کہ اسے اللہ کا قرب نصیب ہو، اس کی نگاہوں میں محبوبیت اور مقبولیت حاصل ہو۔ ٹوٹے پھوٹے اعمال، دل، اور زندگیاں رکھنے کے باوجود اور ہزار ٹھوکریں کھانے کے باوجود یہ تمنا دلوں کے اندر مچلتی رہتی ہے۔ وہ تو خود تیار بیٹھا ہے، بشرطیکہ ہم یہ جان لیں کہ وہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور اسے کیا مطلوب ہے؟ وہ کیا چیز ہے جس سے اس کا قرب، اس کی محبت، اس کی نگاہوں میں مقبولیت اور اس کا وہ اجر عظیم ہمارے حصے میں آسکتا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے؟ اگر ہم ویسے ہی بن جائیں جیسا وہ چاہتا ہے تو یقیناً اس کا قرب ہمیں حاصل ہوگا۔

اللہ کیا چاہتا ہے؟ اس کا ایک جواب تو بہت تفصیل سے دیا جا سکتا ہے جس سے دین کی اور مسائل کی اور اخلاق پر وعظ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ مگر ایک جواب جو بہت مختصر اور جو قرآن مجید نے دیا ہے، وہ یہ ہے کہ تم صرف اللہ کے بن جاؤ اور صرف اسی کے ہو کے رہو۔ یہی راہ اس کی نظر میں قبولیت اور محبوبیت کی راہ ہے۔ اس کے لیے اس نے حنیف ہونے کا مطالبہ کیا ہے، دعوت دی ہے، پکارا ہے اور بار بار کہا ہے: عبادت کرو تو حنیف بن کر کرو، اللہ کی طرف رخ کرو تو حنیف بن کر کرو، صراط مستقیم کی طرف رخ کر کے چلو تو حنیف بن کے چلو، ملت ابراہیم کو اختیار کرو تو حنیف بن کے کرو۔ حنیف کا ترجمہ یہی ہے کہ یکسو ہو جاؤ۔ شاہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں: "اللہ کے ہو رہو"۔ یعنی اسی کے ہو جاؤ اور کسی کے نہ ہو۔ تمھارا دل، تمھاری زندگی، تمھارے اعمال، تمھارے مقاصد، تمھاری کاوشیں، تمھاری کوششیں، سب صرف اسی کے لیے ہوں اور کسی کے لیے نہ ہوں۔ یہ سیدھا، صاف اور چند الفاظ کا نسخہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بار بار بیان فرمایا ہے: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ (البینۃ ۹۸:۵) "اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر"۔ اس کے علاوہ نہ کوئی حکم دیا گیا ہے اور نہ کوئی مطالبہ کیا گیا ہے۔

اللہ کا بن جانا، اللہ کا ہو جانا، اور اللہ کا بن کر رہنا یہی ہمارا مقصود و مطلوب ہونا چاہیے۔ اسی سے اس کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ اللہ کے لیے یکسوئی کے کیا معنی ہیں؟ اسی کا ہو رہنا اور اسی کا بن

جانا' اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کوئی بڑا مشکل سوال نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم دنیا میں روز اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو کسی کا بن جاتا ہے اور اسی کا ہو رہتا ہے' پھر اس کی کیا کیفیت اور حالت ہوتی ہے اور اس کی زندگی کا کیا نقشہ اور رنگ ہوتا ہے۔ دل کس طرح اسی کے دھیان میں' اسی کی فکر میں' اسی کے کام میں' اسی کی مرضی پوری کرنے میں' اور اسی سے محبت کرنے میں لگ جاتا ہے۔

یہاں بار بار حنیف ہو کر رہنے کو کہا گیا ہے۔ حنیف کا رنگ' حنیف اول سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے جب بھی حنیف کا ذکر کیا ہے تو ابراہیمؑ کی داستان کا جو قربانی کی داستان ہے' تذکرہ کیا ہے۔ اس داستان کے کسی ورق کو اٹھا کر دیکھ لیجیے' اندازہ ہو جائے گا کہ حنیف کیسا ہوتا ہے۔

پہلا ورق الٹیے۔ ستارے سامنے آتے ہیں' چاند طلوع ہوتا ہے' سورج آسمان پر چمکتا ہے' ہر ایک میں دل اٹک جاتا ہے کہ شاید یہی اس لائق ہے کہ اس کو مقصود و محبوب بناؤں' شاید یہی میرا رب ہے۔ اس لیے کہ رب کے علاوہ کون محبوب و مقصود اور مطلوب بن سکتا ہے۔ ستارہ ڈوب جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں: لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (الانعام ۶:۷۶) کہ ڈوبنے والوں سے میں محبت نہیں کر سکتا۔ ڈوبنے والوں سے محبت کے یہ معنی ہیں کہ جب وہ ڈوبیں گے تو میں بھی ڈوبوں گا۔ مجھے تو کوئی ایسا مقصود چاہیے جس کے ڈوبنے کا کوئی امکان نہ ہو' جس کے لیے میں یکسو ہو جاؤں۔ چاند چمکتا ہے تو سوچتے ہیں کہ یہ اتنا نور اور روشنی لے کر آیا ہے' اتنا بڑا ہے' شاید یہی میرا مقصود ہو۔ لیکن وہ بھی ڈوب جاتا ہے۔ جب سورج اپنی حرارت اور روشنی لے کر آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے' زندگی ایک دم جاگ اٹھتی ہے' پودوں کو' انسانوں کو' ہر ایک کو زندگی کی حرارت ملنا شروع ہوتی ہے تو منہ سے نکلتا ہے: هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ (الانعام ۶:۷۸) "یہ ہے میرا رب' یہ سب سے بڑا رب ہے"۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب جاتا ہے تو فرماتے ہیں: اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (الانعام ۶-:۷۹) "میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ یعنی میں نے تو اپنی شخصیت کا رخ' اپنا چہرہ' اپنی زندگی' اپنے اعمال' اپنا دل' سب کا رخ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ گویا "حنیف" ہو کر' سب سے کٹ کے' یکسو ہو کے صرف اسی کا ہو گیا ہوں اور اس میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتا۔ سجدہ کرنا' نذر ماننا' کسی دوسرے سے مدد مانگنا' شرک کی قسمیں ہیں۔ لیکن یہاں پر شرک کی ایک نئی قسم کا تذکرہ کیا گیا ہے یعنی رخ بھی کسی اور کی طرف نہ ہو' صرف اسی کی طرف رہنا چاہیے۔ نہ نگاہ اِدھر جائے نہ اُدھر' نہ اِس پر جمے نہ اُس پر۔

پیدایش سے موت تک زندگی میں نہ معلوم کتنے ستارے چمکتے ہیں جن میں دل اٹک جاتا ہے' کتنے چاند ہیں جن کا نور نگاہوں کو کھینچ لیتا ہے' اور کتنے سورج آسمان پر طلوع ہوتے ہیں جن کے آگے انسان

جانا' اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کوئی بڑا مشکل سوال نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم دنیا میں روز اس کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جو کسی کا بن جاتا ہے اور اسی کا ہو رہتا ہے' پھر اس کی کیا کیفیت اور حالت ہوتی ہے اور اس کی زندگی کا کیا نقشہ اور رنگ ہوتا ہے۔ دل کس طرح اسی کے دھیان میں' اسی کی فکر میں' اسی کے کام میں' اسی کی مرضی پوری کرنے میں' اور اسی سے محبت کرنے میں لگ جاتا ہے۔

یہاں بار بار حنیف ہو کر رہنے کو کہا گیا ہے۔ حنیف کا رنگ' حنیف اول سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے جب بھی حنیف کا ذکر کیا ہے تو ابراہیمؑ کی داستان کا جو قربانی کی داستان ہے' تذکرہ کیا ہے۔ اس داستان کے کسی ورق کو اٹھا کر دیکھ لیجیے' اندازہ ہو جائے گا کہ حنیف کیسا ہوتا ہے۔

پہلا ورق الٹیے۔ ستارے سامنے آتے ہیں' چاند طلوع ہوتا ہے' سورج آسمان پر چمکتا ہے' ہر ایک میں دل اٹک جاتا ہے کہ شاید یہی اس لائق ہے کہ اس کو مقصود و محبوب بناؤں' شاید یہی میرا رب ہے۔ اس لیے کہ رب کے علاوہ کون محبوب و مقصود اور مطلوب بن سکتا ہے۔ ستارہ ڈوب جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں: لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (الانعام ۶:۷۶) کہ ڈوبنے والوں سے میں محبت نہیں کر سکتا۔ ڈوبنے والوں سے محبت کے یہ معنی ہیں کہ جب وہ ڈوبیں گے تو میں بھی ڈوبوں گا۔ مجھے تو کوئی ایسا مقصود چاہیے جس کے ڈوبنے کا کوئی امکان نہ ہو' جس کے لیے میں یکسو ہو جاؤں۔ چاند چمکتا ہے تو سوچتے ہیں کہ یہ اتنا نور اور روشنی لے کر آیا ہے' اتنا بڑا ہے' شاید یہی میرا مقصود ہو۔ لیکن وہ بھی ڈوب جاتا ہے۔ جب سورج اپنی حرارت اور روشنی لے کر آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے' زندگی ایک دم جاگ اٹھتی ہے' پودوں کو' انسانوں کو' ہر ایک کو زندگی کی حرارت ملنا شروع ہوتی ہے تو منہ سے نکلتا ہے: هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ (الانعام ۶:۷۸) "یہ ہے میرا رب' یہ سب سے بڑا رب ہے"۔ لیکن جب وہ بھی ڈوب جاتا ہے تو فرماتے ہیں: اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام ۶-۷۹) "میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ یعنی میں نے تو اپنی شخصیت کا رخ' اپنا چہرہ' اپنی زندگی' اپنے اعمال' اپنا دل' سب کا رخ اس کی طرف کر لیا جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ گویا "حنیف" ہو کر' سب سے کٹ کے' یکسو ہو کے صرف اسی کا ہو گیا ہوں اور اس میں بھی کسی کو شریک نہیں کرتا۔ سجدہ کرنا' نذر ماننا' کسی دوسرے سے مدد مانگنا' شرک کی قسمیں ہیں۔ لیکن یہاں پر شرک کی ایک نئی قسم کا تذکرہ کیا گیا ہے یعنی رخ بھی کسی اور کی طرف نہ ہو' صرف اسی کی طرف رہنا چاہیے۔ نہ نگاہ اِدھر جائے نہ اُدھر' نہ اِس پر جمے نہ اُس پر۔

پیدائش سے موت تک زندگی میں نہ معلوم کتنے ستارے چمکتے ہیں جن میں دل اٹک جاتا ہے' کتنے چاند ہیں جن کا نور نگاہوں کو کھینچ لیتا ہے' اور کتنے سورج آسمان پر طلوع ہوتے ہیں جن کے آگے انسان

جانے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کو سوائے رخ کرنے کے اور ارادے اور سعی کے اور کچھ مطلوب نہیں ہے۔ اگر میری بات کو آپ غلط نہ سمجھیں تو میں یہ کہوں گا کہ نہ اس کو نمازیں مطلوب ہیں' نہ روزے' نہ حج مطلوب ہے' نہ جہاد۔ یہ سب تو اس چیز کی علامتیں ہیں کہ رخ اس کی طرف ہو گیا' کوشش میں لگے ہوئے ہیں' کوشش کر رہے ہیں' گرتے ہیں تو پھر اٹھتے ہیں اور پھر اسی کی طرف چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ (دوڑو اللہ کی طرف)۔

اللہ نے اپنی طرف آنے کے لیے جہاں بھی دعوت دی ہے ہر جگہ اس نے وہ فعل استعمال کیا ہے جس میں سرعت' تیزی' مسابقت اور بھاگنے کا کام شامل ہے' مثلاً سارعوا (تیزی کے ساتھ آؤ)' سابقوا (ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو)۔ یہ ایک جگہ کھڑے ہونے کی منزل اور راستہ نہیں ہے۔ یہ تو مسلسل تیزی کے ساتھ طے کرنے کا راستہ ہے۔ یہ اس کے قرب کا راستہ ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ سب کچھ اسی کے لیے وقف کر دو: قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ج دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا ج وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام ۶:۱۶۱-۱۶۳) "کہو' میرے رب نے بالیقین مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے' بالکل ٹھیک دین جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں' ابراہیمؑ کا طریقہ جسے یکسو ہو کر اس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ کہو' میری نماز' میرے تمام مراسم عبودیت' میرا جینا اور میرا مرنا' سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے' جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں"۔

دین قیم سے مراد سیدھا' مستحکم دین اور سیدھا راستہ ہے جو اللہ کے پاس لے جائے گا۔ اس لیے کہ اللہ تو صراط مستقیم پر واقع ہے۔ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ (ھود ۱۱:۵۶) "بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے"۔ جیسے آپ کہتے ہیں کہ یہ مکان اس راستے پر واقع ہے۔ اس راستے پر چلیں گے' تو مکان تک پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح صراط مستقیم پر تو "رب" واقع ہے اور صراط مستقیم "رب" تک پہنچاتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ یہ ابراہیمؑ کا طریقہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ہی ماڈل اور نمونہ ہیں' اور وہ حنیف ہیں اور شرک کرنے والے نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ میری نمازیں' میری قربانیاں' میرا جینا' میرا مرنا صرف اللہ کے لیے ہے' جو سارے جہانوں کا رب ہے اور اس میں' میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اور مجھے سب سے آگے بڑھ کر پہل کرنا ہے' آگے بڑھ کر نمونہ بننا ہے۔ مجھے اس راستے کے اوپر آگے آگے بڑھنا ہے' چلنا ہے' پیچھے نہیں رہنا بلکہ آگے رہنا ہے۔ انا اول المسلمین۔

جس کا قرب مطلوب ہو وہ نگاہ سے اشارہ بھی کر دے کہ یہ کرو اور یہ میری راہ میں دے دو تو آدمی کہے: حاضر ہوں' لبیک۔ میں آپ کی پکار پر جو کچھ ہے وہ پیش کرنے کو تیار ہوں۔ وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ

اِبْرٰهٖمَ اِلَّا سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ (البقرہ ۲:۱۳۰) "اب کون ہے جو ابراہیمؑ کے راستے سے نفرت کرے؟ جس نے خود اپنے آپ کو حماقت و جہالت میں مبتلا کر لیا ہو اس کے سوا کون یہ حرکت کر سکتا ہے؟" اور ابراہیمؑ کا راستہ کیا تھا؟ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ ۲:۱۳۱) "اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اسے کہا: "مسلم ہو جا"، تو اس نے فوراً کہا: "میں مالک کائنات کا "مسلم" ہو گیا"۔

جب بھی اس کے رب نے کہا کہ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دو، میرے آگے ڈال دو، میرے آگے بچھا دو۔ اس نے کہا: حاضر۔ کہا، آگ میں کود جاؤ۔ عقل ہوتی تو محو تماشا رہتی، یہ تو قرب کی خواہش تھی اور قرب کی خواہش کا نام ہی محبت اور عشق ہے جو بے خطر آتش نمرود میں کود پڑا۔ کہا، گھربار چھوڑ دو، گھربار چھوڑ دیا۔ کہا، باپ کو چھوڑ دو، باپ کو چھوڑ دیا۔ کہا، باپ کے لیے استغفار بھی مت کرو، اس کو بھی ترک کر دیا۔ جہاں پانی نہیں تھا، ریگستان تھا، پہاڑیاں تھیں، وہاں اپنے اہل و عیال کو لے کر گھومتے رہے۔ اللہ کا کلمہ پہنچاتے رہے۔ حکم ہوا کہ بیوی اور شیرخوار بچے کو ایک ایسی جگہ لا کر چھوڑ دو کہ جہاں نہ پانی ہے، نہ کھیتی، نہ زندگی ہے، نہ انسان، اس پر بھی سرتسلیم خم کر دیا۔ اور جب آخر میں فرمایا گیا کہ بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دو، تو بیٹے سے پوچھا، کہو کیا رائے ہے۔ بیٹا بھی باپ سے کم نہیں تھا، کہنے لگا: قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ (الصفٰت ۳۷:۱۰۲) "اس نے کہا، "ابا جان، جو کچھ آپ کو حکم دیا جا رہا ہے اسے کر ڈالیے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے"۔ یہ تھا نقشہ اِنِّيْٓ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کا۔

جب آپ (اللہ کے لیے) یکسو ہو جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اللہ کے قرب کی نعمت سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ جس کا آپ تصور کریں۔ یہ دل، بکھرا ہوا اور ٹوٹا ہوا دل جو ہزار فکروں اور پریشانیوں کے اندر مبتلا رہتا ہے، یہ زندگی جو منتشر ہے اور ہزاروں مشغلوں کے اندر گزرتی ہے، یہ ساری زندگی ایک ہی مشغلے کے تابع ہو جائے گی اور وہ مشغلہ ہے اپنے رب کی رضا کی تلاش۔ آپ نے مقناطیس دیکھا ہوگا۔ مقناطیس کو آپ کہیں بھی رکھ دیں، لوہے کے ہزاروں ذرات سمٹ کر اسی مقناطیس کے گرد آ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر تو اللہ کی رضا اور اللہ، زندگی میں وہ مقناطیس بن جائے گا جس پر دل کی ساری سرگرمیاں، ساری مساعی اور کوششیں آ کر مجتمع ہو جائیں۔ ایک بکھری ہوئی شخصیت، اور ایک بکھرے ہوئے دل کے مقابلے میں ایک مجتمع دل اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (الرعد ۱۳:۲۸) "خبردار! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے"۔ جب محبوب کی یاد دل میں ہوتی ہے تو دل یک سو ہو جاتا ہے، بکھرا ہوا نہیں رہتا۔ پھر اس کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اور اطمینان سے بڑی کوئی نعمت نہیں جو انسان کو مل سکے۔

یہ اللہ کی رضا کی تلاش اس لیے ہے کہ اسی کا قرب چاہیے، اسی کی نظروں میں محبوب اور مطلوب اور

مقبول بننا مقصود ہے۔ یہ منزل تو محبت کے سہارے ہی طے ہو سکتی ہے۔ عقل یہ تو بتا سکتی ہے کہ یہ راستہ چلنے کا ہے لیکن لگام تھام کے محبت کے راستے پر چلا نہیں سکتی۔ یہ تو عشق ہی ہے جو کبھی حسین بنتا ہے، کبھی خلیل، کبھی بدر و حنین بنتا ہے اور کبھی احد۔ یہ عشق اور محبت ہی ہیں جو دراصل منزل کا راستہ طے کراتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط (البقرہ ۲: ۱۶۵) "ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں"۔ یعنی جنھوں نے ایمان لا کر اللہ کو ہی اپنا مقصود بنا لیا وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں، ان کو سب سے بڑھ کر اللہ سے پیار ہوتا ہے، اللہ ہی کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

محبت کیا چیز ہے، کس کو بتانے کی ضرورت ہے! کون سا ایسا بدبخت انسان ہوگا جس نے کبھی کسی محبت کا مزہ نہ چکھا ہو۔ محبت کو اسی طرح بیان کرنا ممکن نہیں ہے جس طرح یہ بیان کرنا ممکن نہیں ہے کہ بھوک، پیاس اور خواہش کیا ہوتی ہے۔ یہ تو آدمی اپنے دل کے تجربے سے جانتا پہچانتا ہے۔ اس کے لیے کسی فلسفے کی، کسی کیمسٹری یا ریاضی کے فارمولے کی اور کسی منطقی بیان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل کی گہرائیوں سے آدمی خوب پہچانتا ہے کہ محبت کیا ہے۔ زبان سے وہ کتنے ہی دعوے کرلے اور باہر سے کتنے ہی لبادے اوڑھ لے اور کتنے ہی محبت کے نعرے لگائے، لیکن وہ دل سے جانتا ہے کہ محبت کیا ہے۔ اگر کوئی آپ سے محبت کا دعویٰ کرے، تو آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کن دعووں کو اٹھا کے مسترد کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہیں، مجھ سے محبت ہوتی تو تم ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ میرا دل پہچان لیتا ہے کہ واقعی یہ محبت ہے، یا نہیں۔ جب آپ کا ناقص دل پہچان لیتا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ ہی نہیں جانتا اور پہچانتا کہ محبت کے کون سے دعوے سچے اور کون سے دعوے خام اور جھوٹے ہیں۔

جس سے محبت ہوتی ہے، دھیان تو اسی کی طرف لگا رہتا ہے، دل میں ہر وقت اسی کی صورت گردش کرتی رہتی ہے، ہر لحہ دل چاہتا ہے کسی بہانے سے اس کا ذکر چھڑے۔ ہم بات نہ کر رہے ہوں، کوئی دوسرا ذکر چھیڑے۔ کوئی دوسرا نہیں کرتا تو ہم ذکر چھیڑیں۔ مجلس ہو یا تنہائی، خلوت ہو یا جلوت، اسی کا ذکر ہو۔

جو سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت کرتے ہیں، جنھوں نے رخ اللہ کی طرف کر لیا ہو، جو اللہ کی طرف بھاگ رہے ہوں، جنھوں نے اپنا سب کچھ اللہ کے لیے وقف کر دیا ہو، وہ تو اٹھتے، بیٹھتے، لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ کوئی حالت ایسی نہیں ہوتی جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔ اسی لیے عقل والوں کے لیے فرمایا: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ○ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج (اٰل عمرٰن ۳:۱۹۰-۱۹۱) "زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں، جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی ساخت میں

غور و فکر کرتے ہیں"۔ یہ تسبیحیں یاد کرنے سے اور وعظ و تلقین سے نہیں ہوتا۔ یہ کیفیت تسبیحیں گھمانے سے حاصل نہیں ہوتی' محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ جو محبوب ہوگا اس کا ذکر دل میں ہوگا' اس کا ذکر زبان پر ہوگا اور اس کا ذکر عمل میں بھی ہوگا۔ اللہ کی تصویر دیکھی تو نہیں جا سکتی' لیکن جو اپنی رحمت میں' اپنی ربوبیت میں ہر جگہ عیاں ہے اسی کی تصویر نگاہوں کے سامنے آتی ہے۔ آسمان و زمین میں کون سا گوشہ ایسا ہے جہاں اس کی رحمت و رحمانیت اور اس کی رحیمیت و ربوبیت عیاں اور ظاہر نہ ہو اور آدمی دیکھ نہ سکتا ہو۔ وہ اٹھتے بیٹھتے' صبح و شام اللہ کو یاد نہیں کرے گا تو پھر اور کیا کرے گا۔

جس سے محبت ہوتی ہے اس سے ملاقات کی خواہش ہی نہیں ہوتی بلکہ خواہش تو بہت ہلکا لفظ ہے' بے تابی' شوق اور بے چینی ہوتی ہے۔ اور اگر وہ خود بلا لے تو آدمی سر کے بل اس کے کوچے میں جاتا ہے۔ ویسے بھی گلی کے چکر لگاتا رہتا ہے' پہلے سے جا کر بیٹھتا ہے لیکن اگر وہ خود بلا لے' دعوت دے کہ آؤ' تو محبت کرنے والے کے لیے اس سے زیادہ دل نواز صدا کیا ہو سکتی ہے۔ ایک ایک لفظ کو دہراتا جاتا ہے' ہر پکار کے ہر جملے کو زبان سے دوبارہ کہتا ہے۔ اسی میں اس کو لذت اور مزہ ملتا ہے۔ اس کی گلی اور کوچے کی طرف جس کو مسجد کہتے ہیں قدم اٹھانا شروع کر دیتا ہے۔ اس کے لیے پانچ وقت کی نماز بوجھ تو نہیں بن سکتی۔ ایسا آدمی نماز اس طرح تو نہیں ادا کر سکتا جیسے کوئی بوجھ سر سے اتار دیا اور گھر کی راہ لی۔

یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آدمی جیسا نماز میں گیا' ویسا ہی نماز سے واپس آجائے۔ کیا محبت کرنے والے کی قربت' محبت کرنے والے سے تکلم' محبت کرنے والے سے بات' ایسی چیز ہے کہ آدمی اس پورے تجربے سے گزر جائے اور ویسا کا ویسا ہی واپس آجائے جیسا کہ وہ اس کے اندر گیا تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو اور وہ پانچ دفعہ اس میں غسل کرے تو کیا اس کے اوپر کوئی گندگی کا داغ باقی رہ سکتا ہے؟ آدمی جو گندگیاں لے کر محبوب کے پاس جائے' ملاقات کو حاضر ہو اور وہی واپس لے کر آجائے تو اس کے معنی ہیں کہ محبت خام ہے' یاد میں کمی ہے' ابھی محبت کے تقاضوں کا احساس اور شعور نہیں ہے۔

جس سے محبت ہوتی ہے' جس چیز کو بھی اس سے نسبت ہو جائے' اس سے بھی محبت ہوتی ہے۔ وہ اس کا دروازہ ہو' اس کا گھر ہو' خواہ بہت عام سا گھر ہو' ایسے پتھروں سے بنا ہو جن کو کوئی کاریگر اٹھا کے آپ کے مکان میں نہیں لگائے گا' غرض ہر چیز پیاری ہوجاتی ہے۔ اس کا نامہ آجائے' خط آجائے' اس کی کتاب آجائے' اس سے بھی محبت ہوجاتی ہے۔ اس کا قاصد آجائے' اس کا پیغامبر آجائے' اس کی طرف چلنے کا راستہ بتانے والا آجائے' رہبر آجائے تو وہ جان و مال سے اور ماں و باپ سے' سب سے زیادہ بڑھ کر محبوب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو ان سب میں سے ہر چیز سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہو جاؤں۔

لوگ قرآن مجید پڑھتے تھے اور رات رات بھر اس کے اندر گزار دیتے تھے۔ راتیں تو آدمی محبوب

کے ساتھ ہی لذت اور کیف میں گزار سکتا ہے' فلسفے اور منطق کی کتابیں پڑھ کر نہیں۔ یہی وجہ ہے رات رات بھر اسی کتاب کی نذر ہو جاتی تھی۔ کانوں میں آواز پڑتی تھی' محبوب سے تعلق بڑھتا ہوا محسوس ہوتا تھا' ایمان بڑھتا ہوا محسوس ہوتا تھا' دل کانپ اٹھتے تھے' آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے' رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے' کھالیں اور دل سب نرم پڑ جاتے تھے--- یہ بھی محبت اور عشق کا اعجاز تھا۔

کعبہ کیا ہے؟ وہاں خدا نہیں رہتا' وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ کعبہ سے بڑھ کر تو وہ مومن کے دل میں رہتا ہے۔ لیکن آدمی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے وہاں پہنچتا ہے' دو چادریں لپیٹ لیتا ہے' دیوانہ وار اس کے گھر کا چکر لگاتا ہے' مگر چین نہیں آتا۔ بوڑھے' بچے' عورتیں' کالے گورے' لال پیلے قدموں کو آدمی دیکھ لے جو مطاف میں گھومتے ہیں' ہر قدم پر دل چاہتا ہے کہ آدمی فدا ہو جائے۔ کس چیز نے ایک چوکور گھر کو جس میں فن تعمیر کا کوئی کمال نہیں ہے' اتنا محبوب کر دیا۔ صرف اس لیے کہ یہ اس سے نسبت رکھتا ہے جو اب زندگی کا مقصود بن گیا ہے' جس کی طرف زندگی نے رخ کر لیا ہے' دل نے بھی رخ کر لیا ہے۔ چہرے ہی نے نہیں' بلکہ پوری زندگی نے رخ کر لیا ہے اور جو سب سے بڑھ کر محبوب اور مطلوب ہو گیا ہے۔ پھر اس کے دین سے بڑھ کر کیا محبوب ہو سکتا ہے۔

جس سے محبت ہوتی ہے دل یہ چاہتا ہے کہ کچھ بھی کریں' بس کسی طرح اس کو خوش کریں۔ اس کی نگاہ خوشنودی ہماری طرف متوجہ ہو جائے۔ لوگ محبوب کی خاطر جیبیں کھول لیتے ہیں' محبوب کی خاطر لمبے لمبے راستے طے کرتے ہیں' محبوب کی خاطر جدوجہد کرتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں مال دینا' اللہ کی راہ میں جہاد کرنا' یہ بھی تو محبت ہی کی کسوٹی پر پورا اتر سکتا ہے۔ اسی لیے فرمایا: کیا چیز زیادہ پیاری ہے' باپ' بیٹے' بیویاں' رشتے دار' تجارت' کاروبار' مکان' کھیتیاں' مال و دولت' بینک بیلنس یا اللہ' اس کا رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد' جہاد فی سبیل اللہ۔ ان میں سے کیا چیز پیاری ہے۔ یہ سوال نہیں ہے کہ کس چیز کے تم عقلاً زیادہ قائل ہو' محبت کس سے زیادہ ہے' محبت تو خود پرکھ کے بتا دے گی کہ کون زبان سے نام لے رہا ہے اور کس کے دل میں واقعی اس کی پیاس اور محبت موجود ہے۔ زبان سے ایسے دعوے اور ذکر کرنے سے ڈرنا چاہیے جس کا وجود دل میں نہ ہو۔ اس حوالے سے قرآن مجید کی یہ آیت دل دہلا دینے والی ہے:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (المنافقون ۶۳:۱) "اے نبیؐ' جب یہ منافق تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں"۔ ہاں' اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اس کے رسولؐ ہو' مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں"۔ زبان سے سچ بات نکلی ہے لیکن اللہ کی گواہی کی مہر ثبت ہو گئی ہے کہ زبان سے سچی بات نکلنے کے باوجود یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

محبت کی یہ چند نشانیاں میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ یہ رات تو ایسی رات ہے' اس رات کی

گھڑیاں تو ایسی گھڑیاں ہیں کہ اس میں آپ کا ہر لمحہ اس سے قربت کی جستجو میں گزرنا چاہیے۔ میں اس داستان کو اور طویل نہیں کرنا چاہتا۔ جب محبوب ایسا ہو جس کے انعامات کی کوئی حد نہ ہو تو ایسے محبوب کے کیا کہنے۔ بعض محبوب تو روٹھے ہوئے ہوتے ہیں، یہ محبوب تو ایسا ہے کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ جتنا تو نعمتیں کر کے ہم کو اپنے سے اور اپنی محبت سے قریب کرتا ہے، اتنا ہی ہم گناہ کر کے تجھ سے دور ہوتے ہیں۔ جتنے ہم گناہ کرتے ہیں اس کی نعمتیں اتنی ہی ہم پر زیادہ ہوتی ہیں اور جب گناہ ہوتا ہے اور لوٹ کے اس کے پاس جاتے ہیں، تو اس کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ کسی ریگستان میں جہاں آدمی کے پاس نہ کھانے کو ہو، نہ پینے کو اور اونٹ گم گیا ہو، اور اچانک ساری چیزیں اس کو مل جائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کون سا گناہ ایسا ہے جو ہم معاف نہیں کر سکتے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط (الزمر ۳۹: ۵۳) "یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے"۔ کیا تمھارے گناہ ہماری مغفرت کو عاجز کر سکتے ہیں؟ کیا تمھارے گناہ ہماری مغفرت سے زیادہ وسیع ہو سکتے ہیں؟ ایک صحابیؓ مسجد نبویؐ میں آئے اور کہا کہ ہائے میرے گناہ! ہائے میرے گناہ! روتے، چیختے، چلاتے، تڑپتے تھے۔ حضورؐ نے کہا کہ اچھا بیٹھ جاؤ، اور کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتَکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ، اے اللہ، تیری مغفرت میرے سارے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے، اور میری امیدیں اپنے اعمال سے نہیں، تیری رحمت سے وابستہ ہیں۔ فرمایا، تین دفعہ کہو۔ پھر فرمایا: کھڑے ہو جاؤ تمھارے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جس کی نعمتیں اتنی ہوں، آدمی اس کا جتنا بھی شکر ادا کرے وہ کم ہے۔ شکر پر تو قرب کی پوری زندگی قائم ہے۔ شکر ادا کرنے سے محبت بڑھتی ہے اور محبت بڑھنے سے آدمی مزید شکرگزار ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ قربت کی تلاش کا آغاز ہی شکر سے ہوتا ہے۔ قربت کا نسخہ بتانے والی کتاب کا آغاز بھی الحمدللّٰہ رب العالمین سے ہوتا ہے کہ جو کچھ ہے اس سے ملا ہے۔ منہ میں نوالہ یا لقمہ ہم نہیں رکھتے: هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ○ (الشعرا ۲۶:۷۹)، وہی کھلاتا اور وہی پلاتا ہے۔ شفا دوا سے نہیں ہوتی: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ○ (الشعرا ۲۶:۸۰)، میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا بخشتا ہے۔ جہاد کرتے ہیں تو ہم دشمنوں کو نہیں مارتے: وَلٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَھُمْ ص (الانفال ۸:۱۷)، اللہ نے ان کو قتل کیا۔ تدبیر ہم نہیں کرتے: وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ج (الانفال ۸:۱۷)، بلکہ اللہ نے پھینکا۔ یعنی معرکہ بدر میں جب حضورؐ نے مٹھی بھر ریت پھینکی تھی، گو ہاتھ رسول کا تھا لیکن ضرب اللہ کی تھی۔ تدبیر کی ہر جگہ اسی کا ہاتھ کارفرما ہے۔ جو کچھ ملتا ہے، اسی سے ملتا ہے۔ صبح ہو تو حمد، شام ہو تو حمد، رات ہو تو حمد، کپڑا پہنے تو حمد، کھانا شروع کرے تو حمد اور شکر، یہاں تک کہ اگر گناہ کرے اور گناہ کر کے اس پر استغفار کی توفیق ہو تو اس پر بھی شکر۔

حمد اور استغفار، یہ دو بازو ہیں جن کے بل پر زندگی کا پرندہ اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ نبی کریمؐ کی جدوجہد بالکل آخری مراحل میں تھی۔ جب جدوجہد کا قرب تو ختم ہو رہا تھا اور اللہ کا قربؐ ہونے والا

تھا' اس وقت آپؐ کو ہدایت فرمائی گئی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط (النصر ۱۱۰:۳) "اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو' اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو"۔

جس سے محبت ہے وہ دنیا میں آنکھوں کے سامنے نہیں ہے لیکن اس نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ایک دن تم سے ملاقات ہو گی۔ کون سا محبت کرنے والا ایسا ہے جس نے اس کو اپنا قبلہ اور مقصود بنایا ہو' اپنی زندگی کا رخ اس کی طرف کیا ہو' اور وہ اس بات کو بھول جائے کہ یہ سانس جو باہر گئی ہے شاید یہی آخری سانس ہو جس کے بعد اس سے ملاقات مقرر ہے۔ وہ کیسے اس بات کو فراموش کر سکتا ہے کہ شاید اسی صبح کے بعد بلاوا آجائے اور وہ اپنی ملاقات کے لیے طلب فرما لے۔ شاید یہی شام' آخری شام ہو اور اس کے بعد اس سے ملاقات ہو جائے۔ اللہ سے ملاقات کا مسلسل دھیان' اللہ سے ملاقات کی مسلسل تیاری' صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کرے' شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کرے' یہ بھی اللہ کو اپنے قرب کے لیے مطلوب ہے۔

میں بڑے بڑے اعمال آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا۔ میں تو آپ سے یہ کہتا ہوں کہ یہ وہ کیفیات ہیں جو خود اعمال کا وسیلہ بنیں گی۔ اخلاص ہوگا' اللہ کی طرف رخ ہوگا' اللہ کی طرف توجہ ہوگی' اللہ ہی کو اپنا مقصود بنائیں گے' اس سے سب سے بڑھ کر محبت ہو گی اس لیے کہ یہ ایمان کی نشانی ہے' اسی کی یاد زبان پر' دل میں' عمل میں ہر وقت طاری رہے گی تو اعمال کا راستہ خود بخود کھلے گا۔ جو چاہتے ہیں اس کے بغیر بڑے بڑے کام کر جائیں' ان کو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ جو ایک دفعہ اللہ کے لیے یکسو ہو جائیں' حنیف بن جائیں' اسی کے بن جائیں' اسی کے ہو رہیں' جن کی نظر صرف اس پر رہے کہ اللہ کو کیا مطلوب ہے' ان کے لیے اس راستے کی ہر منزل بڑی آسان ہوتی ہے۔

یہ تو ایک کیفیت ہے کہ نظر اس کے کریم چہرے پر رہے کہ وہ خوش کس چیز سے ہوتا ہے۔ میں کیا کروں جس سے مجھے یہ نصیب ہو جائے۔ اس میں ایک لذت ہے۔ اللہ کے آخری نبیؐ تو اسی کی دعا کیا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الرِّضَا بِالْقَضَاءِ وَبَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَلَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَالشَّوْقَ اِلٰی لِقَاءِكَ "اے اللہ' میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تیرے ہر حکم پر راضی رہوں' موت کے بعد زندگی کی لذت نصیب ہو' تیرے کریم چہرے کو دیکھنے کی لذت ملے' اور تیری ملاقات کا مشتاق رہوں"--- یہ بھی محبت کا ایک تقاضا ہے۔

آرزوئیں' تمنائیں بتاتی ہیں کہ کیا چیزیں اللہ سے قریب کرنے والی ہیں۔ جو باتیں میں نے آپ کے سامنے بیان کیں' انھی باتوں کو نبی کریمؐ کی ایک اور دعا بڑے دل نواز انداز میں سمیٹ کر ہمارے سامنے رکھ دیتی ہے: رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ ذَكَّارًا لَكَ شَكَّارًا لَكَ رَهَّابًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُطِيْعًا اِلَيْكَ مُخْبِتًا اِلَيْكَ اَوَّاهًا مُّنِيْبًا (ترمذی) "میرے رب مجھے ایسا بنا دے کہ میں تجھے بہت یاد کروں' تیرا بہت شکر کروں' تجھ سے بہت ڈرا کروں' تیری بہت فرمانبرداری کیا کروں' تیرا بہت مطیع رہوں' تیرے آگے جھکا رہوں' اور آہ آہ

کرتا ہوا تیری ہی طرف لوٹ آیا کروں"۔

جبار' قہار' غفار' عربی زبان کے یہ الفاظ کثرت اور کمال کو ظاہر کرتے ہیں۔ کثرت کے ساتھ یاد کرنے والا' کثرت کے ساتھ تیرا شکر کرنے والا' اور شکر تو خود ہی ذکر ہے۔ "مطیع" اور "مطواع" میں ایک بڑا نازک اور بڑا اہم فرق ہے۔ "مطیع" تو وہ ہے جو کہنا مان لے اور اطاعت کر لے' اور "مطواع" وہ ہے جو دوڑ دوڑ کے اپنے دل کی خواہش سے وہ کام بھی کرے جس کا حکم نہیں دیا گیا' جس کو لازم نہیں کیا گیا اور جو فرائض کے دائرے میں نہیں رکھا گیا۔ جیسے کوئی غلام اس انتظار میں بیٹھا ہو کہ کون سا موقع ایسا نکل آئے اور کون سی چیز ایسی ہو جسے میں کروں اور مالک کو خوش کر دوں اور اس حال میں کروں کہ اس کے بعد بھی دل اسی کے آگے جھکا رہے' اور پھر بھی یہ معلوم ہو کہ حق ادا نہیں ہوا۔

یہی وہ چیزیں ہیں جو بڑے بڑے اعمال نہیں ہیں' لیکن جو بڑے بڑے اعمال کو آسان کرتی ہیں۔ انھی اعمال میں سے ایک عمل رات کی عبادت ہے۔ یہ فرض تو نہیں ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ شب کا وقت ہی وہ وقت ہے جب آدمی اپنے محبوب سے ہم کلام ہونے کی خواہش کرتا ہے۔ یہ سب سے بہترین وقت ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے محسن اور متقی بندے ہیں وہ راتوں کو کم سوتے ہیں (قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ الذاریات ۵۱:۱۷)۔ "رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے ہیں"۔ (وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ الذاریات ۵۱:۱۸)۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (السجدہ ۳۲:۱۶) "ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں"۔

بات صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ بڑی عجیب اور غور کرنے کی بات ہے کہ جہاں بھی اللہ نے شب میں اپنے سے ہمکلام ہونے کا ذکر فرمایا ہے' وہاں دن میں اپنے بندوں کے لیے دل کھول کر مال خرچ کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ہمیشہ دونوں ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ سورہ آل عمرٰن میں فرمایا ہے: اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○ (۳: ۱۷) "یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں' راست باز ہیں' فرماں بردار اور فیاض ہیں اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ سے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں"۔ سورہ الذاریات میں فرمایا: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (۵۱: ۱۷-۱۹) "راتوں کو کم ہی سوتے تھے' پھر وہی رات کے پچھلے پہروں میں معافی مانگتے تھے' اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے"۔ گویا ان کے پہلو بستر سے دور رہتے ہیں۔ اللہ کے خوف اور لالچ سے مانگتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی محبت کا تقاضا ہے۔ ایک طرف اللہ کی محبت ہو' اور پھر مال کی اتنی محبت ہو کہ جیب نہ کھلے اور دل نہ کھلے' یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔ فرمایا: ایمان اور بخل جمع نہیں ہو سکتے۔ جس کے اندر ایمان ہوگا اس میں اللہ کی محبت ہوگی' سب سے بڑھ کر ہوگی اور جس کے پاس اللہ کی محبت سب سے بڑھ

کر ہوگی' اس کا دل فیاض ہو گا' وقت بھی دے گا اور مال بھی دے گا۔ جو کچھ ہو گا وہ اللہ کے بندوں کے لیے' ان کی مدد کے لیے' ان کو صحیح راستے پر لانے کے لیے' ان کو عدل و قسط کے نظام کے تحت لانے کے لیے' سب کچھ لگانے کے لیے تیار ہو گا۔

یہیں سے جہاد ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ اس لیے کہ جہاد بھی اسی مالک کی وفاداری کا تقاضا ہے جس کو زندگی کا مقصود بنایا ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو!

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا قرب بڑی مشکل چیز ہے۔ یہ تو بڑے اونچے درجے کے لوگوں کا کام ہے۔ یہ تو اولیا اللہ کے حصے میں آسکتا ہے۔ لیکن اللہ نے تو اپنا دروازہ ہر ایک کے لیے کھول دیا ہے۔ وہ تو خود نیچے دنیا کے آسمان پر آتا ہے' اور کہتا ہے کہ آؤ' اور مجھ سے مانگو۔ بس اتنا ہی تو چاہتا ہے کہ رخ میری طرف کر لو۔ چلو تو میری طرف چلو۔ گر پڑو' لڑکھڑا جاؤ' بھٹک جاؤ' کوئی بات نہیں ہے' جب پلٹ کر آؤ گے میری آغوش رحمت کو کھلا ہوا پاؤ گے۔ یہاں تک کہ جان بدن سے نکلنے لگے اس وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ صبح کو میں ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ آؤ' اپنے ان گناہوں کی معافی مانگ لو جو رات کو کیے ہیں اور شام کو ہاتھ پھیلاتا ہوں کہ آؤ دن بھر جو گناہ کیے ہیں ان کی معافی مانگ لو۔ اس سے بڑھ کر کس سے قرب کا راستہ آسان ہو سکتا ہے۔ وہ تو رحمٰن و رحیم ہے' سخت گیر نہیں ہے۔ بس اتنی ہی بات کی ضرورت ہے کہ اسی کے بن جائیں' اسی کے ہو رہیں اور اسی کی راہ پر چلیں۔ اگر گر پڑیں تو پھر کھڑے ہو جائیں اور پھر اسی کی طرف دیکھیں اور اسی کی طرف چلنا شروع کر دیں۔

اللہ مجھے اور آپ' سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ ہی کے ہو کر رہو! کتابچے کی صورت میں دستیاب ہے۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے۔ تقسیم عام کے لیے خصوصی رعایت پر حاصل کیجیے: منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور-۵۴۵۷۰

آئیے---بہترین سرمایہ کاری کی طرف!

۱۰فی صد'۲۰فی صد کے لیے' دگنا تگنا کروانے کے لیے ہم جیبوں کے منہ کھول دیتے ہیں
جب کہ یقین بھی نہیں ہوتا ہے' دھوکے کا امکان بھی ہوتا ہے جو کچھ ملتا ہے' اس دنیا میں ملتا ہے' جو بہر حال چھوڑ کر جانا ہے

لیکن ۷۰ گنا' ۷۰۰ گنا بلکہ اس سے بھی زائد کے لیے ہم صرف علامتی طور پر رقم نکالتے ہیں
جب کہ وعدہ کرنے والے سے زیادہ سچا کوئی نہیں' دھوکے کا کوئی امکان نہیں' اور اس وقت ملے گا جب ہم سخت مصیبت اور ضرورت کے عالم میں ہوں گے' اور ہمیشہ کے لیے ملے گا' کبھی چھنے گا نہیں'

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' اس دنیا میں بھی برکت اور خوش حالی لاتا ہے
بھلا وہ اللہ جو زمین اور آسمانوں کے خزانوں کا مالک ہے' انتہائی کریم و غنی ہستی ہے' کیسے ممکن ہے کہ وہ قرض دینے والوں کے قرض واپسی کو آخرت تک ملتوی رکھے۔
وہ یہاں بھی دیتا ہے' اور خوب دیتا ہے' اس طرح دیتا ہے کہ پتا نہیں چلتا اور اس طرح بھی کہ آنکھوں سے نظر آتا ہے

کیوں نہیں ہوتا کہ ہم جس طرح اپنی ضروریات کے لیے' آرام و آسائش کے لیے' اپنے بچوں کے لیے' عارضی مستقبل کے لیے کھلے ہاتھ سے خرچ کرتے ہیں' اس سے زیادہ نہیں تو اس طرح' اللہ کے لیے بھی خرچ کریں۔

اور یہ تو رمضان کا مہینہ ہے۔
جب ہمارے رسولؐ تیز چلنے والی ہوا کی طرح فیاض ہو جاتے تھے۔
یہ مزدوری کرنے کا' کمائی کرنے کا اور مالک کو راضی کر لینے کا مہینہ ہے

- آپ کے آس پاس اللہ کے جو بندے پریشانیوں کا شکار ہیں' خود جا کر ان کی پریشانیاں دور کیجیے۔ یقیناً اللہ آپ کی پریشانیاں بھی دور کرے گا۔ (آزما کر دیکھیے)
- جو اللہ کے دین کے لیے اخلاص سے کام کر رہے ہیں' ان کے منصوبے وسائل کی کمی کا شکار ہوں' اور آپ کے پاس---اللہ کے دیے وسائل موجود ہوں!

احسان یہ ہے کہ مانگنے کی نوبت نہ آنے دیں' خود دیں' خود پہنچائیں (سوچیں' اللہ نے آپ کو بغیر مانگے کیا کیا دے رکھا ہے!)

ہمیں کیا ہو گیا ہے؟

ہم دانائی کے فیصلے کیوں نہیں کرتے' نادانی پر کیوں مصر ہیں!

(خیر خواہ)

دیارِ غرب جانے والے مسلمان جوڑے کو

حسن البناؒ کی نصیحت

ترجمہ: محمد ظہیرالدین بھٹی

۱۹۳۵ء میں ایک اخوانی طالب علم اپنی رفیقۂ حیات کے ہمراہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یورپ گئے۔ امام حسن البناؒ نے اس طالب علم کے نام ایک خط میں جو نصیحت کی، وہ آج بھی دیارِ غیر میں رہنے والوں اور وہاں جانے والوں کے لیے راہ نما ہے (ادارہ)۔

اللہ تعالیٰ تمھارا حامی و ناصر ہو!

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ درود و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر جنھیں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔ آپؐ کے آل و اصحاب پر اور ہر اس شخص پر سلامتی ہو جس نے آپؐ کی شریعت کا اتباع کیا۔

عزیزم! تم پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ جس دن تم سفر کا آغاز کرو اپنی نیت کو صالح بناؤ، اعلیٰ مقاصد کو پیشِ نظر رکھو اور جس دن تم واپس آؤ نیک اور اچھے انجام کے ساتھ آؤ۔ تمھاری وطن واپسی اسلام کی خدمت کے لیے ہو۔

کچھ ہی دنوں کے بعد تمھارا واسطہ ناآشنا اور اجنبی لوگوں سے پڑے گا۔ وہ تمھیں اسلام کے نمایندے کے طور پر دیکھیں گے اور تمھاری سیرت اور کردار کا جائزہ لیں گے۔ لہٰذا اس کی پوری کوشش کرنا کہ تم ایک مثالی مسلمان کا نمونہ پیش کر سکو۔ ایسی مثال بن کر دکھاؤ کہ وہ سمجھ جائیں کہ مسلمان کتنا بااخلاق اور کتنا شریف النفس ہوتا ہے۔

تمھارے ساتھ ایک قیمتی امانت ہے، اور وہ ہے تمھاری خلیق بیوی۔ لہٰذا امانت کی ہمیشہ قدر کرنا۔ اس کے وفادار ساتھی بن کر رہنا۔ اس کی راحت و سعادت کا سبب بننا اور خوش گوار زندگی کے لیے کوشاں

رہنا۔ اس کے حقوق کی ادایگی میں کوتاہی نہ کرنا۔ اپنی رفیقہ حیات کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں ہمیشہ ادا کرتے رہنا۔

میرے ان جذبات کا باعث وہ محبت اور اخلاص ہے جو تم دونوں کے لیے میرے دل میں موجزن ہے۔ جیسے ایک بڑا بھائی اپنے چھوٹے بھائی کی خیرخواہی کا طالب ہوتا ہے' میں بھی ایسے ہی تم دونوں کے لیے نیک تمنائیں رکھتا ہوں اور خوش گوار زندگی کا متمنی ہوں۔

برادر عزیز! ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ تم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمھارے ہر معاملے کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے۔ کوشش کرنا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں ہر وقت اور ہر گھڑی ایسی حالت میں پائے جو اس کو پسند ہو' جس سے وہ راضی ہو۔ حق تبارک و تعالیٰ کے خوف سے کبھی بھی غافل نہ رہنا ورنہ شیطان تمھارے نفس پر غالب آجائے گا اور تمھارا نفس وساوس کی آماجگاہ بن جائے گا۔

یاد رکھنا کہ یاد الٰہی اور خوف خدا سے معمور دل کے قریب شیطان کبھی نہیں پھٹک سکتا۔ اگر دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہو تو شیاطین اس میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ وہ شہوات اور خواہشات نفس کا مسکن بن جاتا ہے۔ اس لیے اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے حصار میں دے دو۔ بیدار رہ کر اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا اور کبھی غفلت کا شکار نہ ہو جانا۔

اللہ تعالیٰ نے تم پر جو فرائض عاید کیے ہیں' انھیں اچھی طرح ادا کرتے رہنا' یہ سوچ کر کہ بعد میں قضا کر لوں گا' یا یہ بہانہ بنا کر کہ میں اب کاموں میں مصروف ہوں' فرائض کی ادایگی میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔ یہ سب نفس کے فریب اور خواہش کے چکر ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: وَلاَ تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ (ص ۳۸:۲۶) "اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی"۔

عزیزم! یاد رکھنا کہ فرائض کی ادایگی سے بڑھ کر خدا کا قرب پانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ لہٰذا فرائض کی ادایگی اور واجبات پورا کرنے میں کبھی تساہل سے کام نہ لینا۔ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے رہنا اور روزے رکھنا سوائے اس کے کہ تم اپنے آپ کو مکمل طور پر بے بس پاؤ۔ ایسی صورت میں تمھارے لیے اس ارشاد الٰہی کی رو سے رعایت ہو گی: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ (البقرہ ۲:۱۸۴) "اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے"۔ مگر کبھی اس رعایت کو اپنے لیے کوتاہی کا عذر نہ بنا لینا۔ یاد رکھو کہ اگر تم دیارِ مغرب میں رہ کر مشقت کے ساتھ روزہ رکھتے ہو تو اس پر اللہ کی طرف سے تمھارے لیے بڑا اجر و ثواب ہے۔ اسی سے تمھارا تزکیہ ہو گا اور رب کی خوشنودی ملے گی۔ کبھی بھی روزہ

نہ چھوڑنا' سوائے اس صورت کے کہ تم بالکل روزہ نہ رکھ سکو۔ میں تمھیں فرائض کی بجاآوری کی ہی تلقین کرتا ہوں' اس پر کسی اور بات کا اضافہ نہیں چاہتا۔ یاد رکھو! یہی تمھارا اصل سرمایہ ہے اور اس شخص کا کیا حال ہوگا جو نفع پانے والوں کے درمیان اپنا اصل سرمایہ بھی ضائع کر دے!

جتنا ہو سکے نوافل کی ادایگی کا اہتمام کرو اور نماز کی سنتیں ادا کرتے رہو اور کثرت سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو۔ سفر اور وطن سے دوری کے عالم میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے' اس لیے عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا مانگو اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "تمھاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے"۔

جہاں تک تمھارے بس میں ہو بھلائی اور نیکی کا کوئی موقع ضائع نہ جانے دو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اجر میں اضافے کا سبب ہے۔ یادالٰہی سے غافل ان لوگوں میں رہ کر' تمھارا اپنے رب کو یاد رکھنا نورٌ علیٰ نور ہے۔ پس اس وقت کو غنیمت جانو۔ یہ اخروی منافع کمانے کا ایک زریں موقع ہے' ہر اس شخص کے لیے جو فرصت کو غنیمت سمجھتا ہے' اور مواقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

فہم اور تدبر کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرتے رہو۔ یہ دلوں کی شفا' قلوب کی بہار' اور دکھوں کا مداوا ہے۔ تم تلاوت قرآن پاک کو ایک ایسا وظیفہ بناؤ کہ اسی سے تمھارے دن کا آغاز ہو اور اسی پر اختتام۔ کیا بہترین آغاز ہوگا اور کتنا حسین اختتام!

عنقریب تم دنیا کی رنگینیاں اور دل فریبیاں دیکھو گے جو نگاہوں کو خیرہ کر دیتی ہیں' دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں' عقل پر پردے ڈال دیتی ہیں' اور نفس کی کمزوری پر غالب آجاتی ہیں۔ دیکھنا کہیں زندگی کی یہ چکاچوند تمھیں شرافت اور اخلاق عالیہ سے ہٹا نہ دے' اور آخرت سے غافل نہ کر دے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ○ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ○ (طٰهٰ ۲۰:۱۳۱-۱۳۲) اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اس شان و شوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انھیں آزمایش میں ڈالنے کے لیے دی ہے' اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق حلال ہی بہتر اور پایندہ تر ہے۔ اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی تمھیں دے رہے ہیں۔ اور انجام کی بھلائی تقویٰ ہی کے لیے ہے۔

عزیز محترم! یاد رکھنا کہ یہ سب مال و اسباب' اللہ کے یہاں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا'

اور نہ ہی اس مال و متاع کا کسی کے پاس ہونا کسی شرف و فضیلت کی بات ہے۔ یہ تو شہوات کی سواریاں اور فتنوں کے گڑھے ہیں۔ ذرا بچ کے رہنا، کہیں شیطان تمھیں ہلکا، ہیچ اور معمولی سمجھ لے اور تم گناہ و فتنہ کے گڑھے میں جا گرو۔ اس ارشاد الٰہی کو ہمیشہ یاد رکھنا:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (اٰل عمرٰن ۳:۱۴) لوگوں کے لیے مرغوبات نفس--- عورتیں، اولاد، سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں--- بڑی خوش آیند بنا دی گئی ہیں، مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔

اللہ کی کتاب تو صبح و شام ان حقائق کو آشکارا کرتی ہے۔ اس لیے تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جانا جو حیات دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ محض چھلکا ہے، مغز نہیں۔ جدید تہذیب کی لذتوں کا انجام وہ آلام ہیں جو ان کی حلاوت سے جنم لیتے ہیں اور ان کی شیرینی تلخی میں بدل جاتی ہے۔ لہٰذا تم ان کی دنیا کے مظاہر سے اجتناب کرنا۔ دیکھنا کہیں یہ دنیوی مظاہر تمھیں بہکا نہ دیں، گم راہ نہ کر دیں۔ اگر تم کامیابی چاہتے ہو تو پھر ان سے بچ کے رہنا۔

جن لوگوں سے تمھارا واسطہ پڑنے والا ہے وہ بہت سے ایسے کاموں کو اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے حرام قرار دیا ہے۔ وہ ان چیزوں کے استعمال و ارتکاب سے باز نہیں آتے مگر تم ان امور سے بچتے رہنا اور اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دینا۔ اگر تم ان باتوں میں ان کی رفاقت کا دم بھرو گے تو پھر تم اللہ کی پکڑ سے بچ نہ سکو گے اور نہ ہی قیامت کے روز تمھارے پاس کوئی جواز ہوگا۔

میرے عزیز! جن لوگوں سے تمھارا واسطہ پڑنے والا ہے وہ بہت سارے حرام کاموں کو جائز سمجھتے ہیں اس لیے ان امور سے بچتے رہنا اور اپنے دامن کو آلودہ ہونے سے بچانا۔ ان کی لڑکیوں سے راہ و رسم پیدا کرنے سے بچنا، تمھارے اور ان کے درمیان دوستی یا قرابت کا تعلق نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اگر دوسروں کے لیے ایک جرم ہے تو تمھارے لیے دہرا جرم ہے۔ اس کی وجہ تم خود سمجھتے ہو۔ مجھے تمھاری پاک دامنی، شرافت نفس اور دیانت و امانت پر پورا اعتماد ہے، تاہم میں نے تمھیں ان چیزوں سے خبردار کر دیا ہے تاکہ تمھارا قدم پھسلنے نہ پائے۔

شراب کے قریب نہ پھٹکنا اور نہ ہی موسم کا بہانہ بنا کر اسے جائز سمجھ لینا۔ اللہ تعالیٰ نے جب شراب کو حرام قرار دیا تھا تو وہ سب موسموں کو جانتا تھا مگر اس نے کسی علاقے یا قوم کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا بلکہ اس نے شراب کو بلاشک و شبہ اور بلااستثنا حرام قرار دیا ہے۔ خبردار! اپنے پیٹ میں شراب نہ جانے دینا، ورنہ

اس پاک جسم میں یہ سیاہ حصہ ہوگا۔ پہلے ہی جام کے آگے سخت عزیمت کے بند باندھنا۔ اگر شراب کے پہلے جام نے تمھاری عقل کو ڈھانپ لیا تو پھر دوسرا جام اور تیسرا جام انڈیلنا مشکل نہ ہوگا۔ مگر تم ایک ایسے گڑھے میں گر جاؤ گے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ تم اپنے خلاف اور دوسروں کے خلاف ایسے گناہ کا ارتکاب کرو گے کہ اگر توبہ بھی کر لو گے تو پھر بھی پہلے سی پاک دامنی اور پاکیزہ نفسی کہاں سے آئے گی!

مسیحی لوگ سؤر اور مردار کھاتے ہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو بالکل نہ کھانا۔ اللہ نے تمھیں پاکیزہ کھانے عطا کر کے ان سے بے نیاز کر دیا ہے۔ لہٰذا حرام کو چکھنا بھی مت۔ اس لیے لقمہ حرام تمھارے بدن میں نہیں جانا چاہیے۔ حرام سے بننے والا گوشت جہنم ہی کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرام کو اس کی خباثت کی بنا پر ہی حرام قرار دیا ہے۔ جیساکہ فرمان الٰہی ہے: وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف ۷:۱۵۷) "ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے"۔

جوا، قہوہ خانے اور کلب اور تھیٹر وقت کے ضیاع کا سبب ہیں۔ تمھارا وقت بہت قیمتی ہے۔ محتاط رہنا کہ کہیں وقت بے فائدہ اور بلانیکی نہ گزر جائے۔ کسی کا قول ہے کہ "وقت سونا ہے" مگر مجھے یہ قول کچھ اچھا نہیں لگتا، اس لیے کہ وقت تو سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ وقت ہی زندگی ہے۔ اور تمھاری زندگی ان گھڑیوں کے سوا کیا ہے جن کے بارے میں تم نہیں جانتے کہ وہ کب ختم ہو جائیں۔ لہٰذا اپنے اوقات کے بارے میں سخت فکر کرنا اور انھیں سعی و محنت میں لگانا، تفریح بھی کرنا مگر جائز تفریح۔ آسمان کی بلندیوں میں نفس انسانی کے لیے دل کش سامان ہے۔ زمین اپنے دامن میں جمال لیے ہوئے ہے۔ باغوں میں شگفتگی ہے۔ سمندر میں عظمت ہے، بلکہ خود انسان کے اپنے وجود میں کئی نشانیاں ہیں۔ ہوا میں بھی اس کے لیے غذا ہے۔ ان تمام اشیا سے اپنے لیے راحت و فرحت حاصل کرنا، لہو و غفلت مت کرنا کہ یہ بھلائیوں کے لیے حجاب اور برائیوں کے لیے بلاوا ہے۔

دیارِ مغرب کے رہنے والوں کے ساتھ بصیر ناقد اور باخبر منصف بن کر رہنا۔ ان کی خوبیوں سے متاثر ہو کر ان کی خامیوں کو بھلا نہ دینا۔ ان کی برائیوں سے نفرت کرتے ہوئے ان کی اچھائیوں کو فراموش نہ کر دینا بلکہ ان کی اچھائیوں، برائیوں، خوبیوں اور خامیوں سب کا ایک باریک بین محقق کی طرح جائزہ لینا، جہاں تک تم سے ہو سکے ان کے تمام امور و معاملات سے آگاہ ہونے کی کوشش کرنا۔ اس وسیع جائزے اور مطالعے کے بعد پھر چشم بصیرت سے تنقید کرنا، جو ان کی خوبی ہو، اس سے اپنے لوگوں کو باخبر کرنا اور اس خوبی کو اپنانا، اور جو ان کی برائی ہو، وہ انھی کے پاس رہنے دینا۔ اہل مغرب کی کسی برائی اور خامی کو ذرہ بھر وقعت نہ دینا۔ اپنے ہاتھ اس برائی سے آلودہ نہ کرنا اور اپنے دل و دماغ کو اس بدی سے خالی رکھنا۔

تمھیں وہاں ایسے لوگ ملیں گے جو تمھارے دین میں عیب نکالیں گے۔ تمھارے نبیؐ کی ذاتِ اقدس پر

اعتراضات کریں گے، قرآن سے ناآشنا ہونے کی بنا پر عیب نکالیں گے، اور اپنی مجلسوں میں تمھاری قوم کے بارے میں تحقیرآمیز انداز سے گفتگو کریں گے۔ اس وقت تمھیں ان کی مجلس میں نہیں بیٹھنا چاہیے یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مصروف نہ ہو جائیں۔ اگر تم کو ان لوگوں سے بحث کرنا پڑے تو اچھے انداز سے اپنا موقف پیش کرنا اور اسلام کے محاسن ان کے سامنے واضح کر دینا۔ اسی طرح اپنے آپ کو ایسی بحث و تکرار سے بچانا جس سے نفرت و بغض اور فتنہ و فساد جنم لے۔ ارشاد الٰہی ہے: إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (القصص ۲۸:۵۶) "اے نبیؐ، تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں"۔

عزیز من! یاد رکھنا کہ عملی دعوت، زبانی دعوت سے زیادہ باوقعت ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق اور سیرت و کردار کی بلندی سے تم اپنے دین اور اپنی امت کا بہتر دفاع کر سکتے ہو اور اس کی طرف بلا سکتے ہو۔ کمال نفس اور عمدہ روش سب سے بڑھ کر مفید ہے۔ اگر تمھیں ان کی مجلس میں بات کرنے اور لیکچر دینے کا موقع ملے تو اس کو غنیمت جانو اور اس کے لیے تیار رہو۔ ایسے مواقع پر تمھاری تقریر و گفتگو سے کوئی فتنہ برپا ہو نہ کسی کے جذبات مجروح ہوں۔ اس قسم کی مجلسوں سے مرعوب نہ ہونا۔ یاد رکھنا کہ اللہ کی مدد، مخلصین کے شامل حال ہوا کرتی ہے۔ مکالمہ و خطاب میں مثبت رویہ اختیار کرنا۔ ان لوگوں کے عقائد پر رد و قدح نہ کرنا۔ ان کی خوبیاں ان کے سامنے پیش کرنے کے بعد اپنے عقائد سے انھیں مطلع کرنا۔ ان کی ترغیب و تشویق کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

باتیں تو اور بھی کہی جا سکتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ تم سے یہ سرگوشی جاری رہے مگر سوچا کہ کہیں تم پر یہ طول بیانی گراں نہ گزرے۔ پھر کثرت کلام سے بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں، لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

اللہ، تم دونوں کی حفاظت فرمائے۔ اللہ نگہبان! تم خیروعافیت سے واپس آؤ۔ میں تمھارے دین و ایمان، امانت اور اعمال کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں (خط کے عربی متن کے لیے دیکھیے: ہفت روزہ المجتمع شمارہ نمبر ۱۴۱۶، ۵-۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء، ص ۵۴۴-۵۵۵)۔

"ایم - ایم - احمد کے انکشافات"

کچھ خواب ہے، کچھ اصل ہے، کچھ طرزِ ادا ہے

پروفیسر خورشید احمد

پاکستانی سیاست میں غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کا کردار تحقیق و تجزیہ کا ایک اہم موضوع ہے لیکن اس سلسلے میں ٹھوس تحقیق اور سائنسی تجزیے کی کوئی روایت نہ ہماری صحافت میں ہے اور نہ علمی اداروں نے کوئی قابل ذکر کام کیا ہے۔ سنی سنائی باتوں کی کمی نہیں لیکن متعین طور پر مبنی برحقیقت معلومات کا فقدان ہے۔ یہاں میرا اشارہ "قادیانیت" کی طرف نہیں، مملکت پاکستان میں قادیانیوں کے کردار کے بارے میں ہے! اس پس منظر میں جب مشہور صحافی تنویر قیصر شاہد کے قادیانی جماعت کے ایک سرکردہ قائد جناب ایم ایم احمد سے انٹرویو پر مبنی کتاب ایم-ایم-احمد کے انکشافات "An Interivew with History" کی اطلاع ملی تو کتاب کو پڑھنے کی خواہش ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کو اشاعت کے بعد مارکیٹ سے اٹھالیا گیا تھا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ڈیڑھ سال کی تلاش بسیار کے بعد ایک نسخہ ہاتھ آتا!

ایم ایم احمد، پاکستان کے اسٹیبلشمنٹ میں سر ظفر اللہ خاں کے بعد دوسرے اہم ترین قادیانی ہیں جو پاکستان کی تاریخ کے اولیں ۲۵ برسوں میں بیوروکریسی اور ارباب سیاست دونوں کے ذریعے اہم کردار ادا کرتے رہے بلکہ اصل ڈوری ہلاتے رہے ہیں۔ تنویر قیصر شاہد نے ۱۹۹۶ء میں ورجینیا میں ان کی رہائش گاہ میں ان سے تفصیلی انٹرویو لیا جسے مئی ۱۹۹۸ء میں کتابی شکل میں لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۰۳ پر پہنچ کر گاڑی دفعتاً رک جاتی ہے اور "ناتمام" کے الفاظ کے ساتھ کہانی منقطع ہو جاتی ہے۔ یہ واضح نہیں کہ داستان گو چپ ہو گیا یا مکالمہ نگار کا قلم رک گیا!

کہانی خواہ نامکمل ہو، لیکن جتنی کچھ ہے اس میں ایسی بہت سی معلومات آگئی ہیں جو برطانوی دور اور پاکستانی سیاست میں بیوروکریسی اور قادیانی افسران کے کردار کے کچھ گوشے ہمارے سامنے لاتی ہے۔ یہ داستان مرزا غلام احمد کے منجھلے بیٹے اور ان کے بعد قادیانی جماعت کے سربراہ بشیر الدین محمود کے فرزند اور

پاکستان کی بیوروکریسی کے ایک رکن رکین کا ورژن (version) ہے۔ ایم ایم احمد ۱۹۱۳ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ چھے سال انگلستان میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۳۸ء میں آئی سی ایس کی تربیت کے بعد ہندستان میں سول سروس کے زینے سے سرفرازیاں حاصل کیں۔ پنجاب کی حکومت میں اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے اور جنرل ایوب کے دور میں مرکزی حکومت میں اہم مقام حاصل کیا۔ ایک مدت تک مرکزی سیکرٹری اور پھر منصوبہ بندی کمیشن کے نائب صدر نشین (جسے مرکزی وزارت میں وزیر مملکت کا اسٹیٹس حاصل تھا) کی حیثیت سے پاکستان کی معیشت اور سیاست دونوں کے تار ہلاتے رہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ۱۹۷۲ء میں "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا" کے مصداق ورلڈ بنک میں انتظامی ڈائرکٹر کا عہدہ سنبھال لیا اور اب ریٹائر ہو کر بھی وہیں سکونت پذیر ہیں۔ خود اپنی اس ریٹائرمنٹ کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ بھٹو صاحب نے فوج کی دو شاخوں کی سربراہی قادیانیوں کے سپرد کر دی تھی اس لیے غالباً انھیں معاشی ٹیم کی سربراہی پر قادیانی کو رکھنا مشکل نظر آیا۔ اگر یہ درست بھی ہو تو "انکشافات" اس پر شاہد ہیں کہ واشنگٹن ہی نہیں اسلام آباد سے بھی ایم ایم احمد کا کردار جاری رہا بلکہ پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے بعد بھی یہ سلسلہ باقی رہا!

ایم ایم احمد' ممتاز دولتانہ کے کلاس فیلو تھے۔ گورنر سر فرانسس موڈی کے منظور نظر تھے۔ الطاف گوہر' اختر حسین خاں' غلام اسحاق خان اور رفیع رضا سے خصوصی ربط و تعلق رہا۔ جنرل ایوب' جنرل یحییٰ اور بھٹو کے ادوار میں ان سے بہت قریب رہے۔ ورلڈ بنک کے صدر میکنامارا سے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ امریکہ کے خاص معتمد شعیب قریشی کے قریب اور ان کے دست راست رہے۔ امریکہ کی انتظامیہ سے ان کا ایک خاص تعلق (linkage) اظہر من الشمس ہے۔ یہ بات بڑی معنی خیز ہے کہ ہر دور میں وزارت خزانہ اور پلاننگ کمیشن کے سب ہی کرتا دھرتا امریکی اور بین الاقوامی مالیاتی و معاشی اداروں سے خصوصی تعلق کا سماں پیش کرتے ہیں۔ کل کے شعیب قریشی' ایم ایم احمد' محبوب الحق اور سرتاج عزیز ہوں یا آج کے یعقوب خان' شوکت عزیز اور عشرت حسین--- بقول میر تقی میر

ہم ہوئے' تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

غلام اسحاق خان ایک استثنا ہیں جس کا اعتراف ایم ایم احمد اس طرح کرتے ہیں: "ان کا عظیم کردار یہ بھی رہا ہے کہ انھوں نے بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی طرف سے پیش کردہ اعلیٰ عہدوں کو زندگی بھر قبول نہ کیا اور اپنے وطن ہی میں رہ کر خدمات انجام دیتے رہے"۔ غلام اسحاق خان کے کردار کا یہ پہلو بلاشبہ روشن ہے لیکن اسے بیان کرنے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ: روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ!

انٹرویو میں جن چیزوں کا تعلق "اعترافات" سے ہے' ان میں ایک بڑی نمایاں چیز قادیانی جماعت کے

ذمہ داروں کو سرکاری معاملات میں اعتماد میں لینا اور ان کے مشوروں پر عمل درآمد ہے جس کے کچھ بہت اہم مضمرات سرکاری معلومات کی حفاظت اور سیاسی وفاداریوں کے بارے میں ہیں۔ ریڈکلف ایوارڈ کے سلسلے میں ایم ایم احمد کو جب کچھ معلومات امرتسر کے انگریز ڈپٹی کمشنر سے ملتی ہیں تو تحریک پاکستان کی قیادت کو مطلع کرنے کے بجائے اپنے "حضرت صاحب" کو اطلاع دی جاتی ہے اور وہ فرماتے ہیں: "مجھے ابھی ابھی الہام ہوا ہے کہ تم لوگ جہاں جاؤ گے جس حالت میں بھی ہوگے، آخرکار ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ گے" (ص ۲۷)۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو گورداسپور کو بھارت کا حصہ قرار دے دیا گیا اور موصوف اس وقت قادیان ہی میں "حضرت صاحب" کے پاس تھے!

ممتاز دولتانہ سے ختم نبوتؐ کی تحریک کے بارے میں ساری گفتگو خالص سیاسی ہے۔ جب دولتانہ نے misunderstanding دور کرنے کی کوشش کی تو کہا: "جناب مس انڈرسٹینڈنگ تو ہے، آپ احمدیوں کے خلاف مولویوں اور اخباروں کو استعمال کر رہے ہیں"۔ ایم ایم احمد کا بیان ہے کہ اس پر دولتانہ نے گالی دے کر کہا "یہ بجٹ گزرنے دو، پھر دیکھنا ان مولویوں سے کیسا سلوک کرتا ہوں" (ص ۹۳-۹۴)۔ بھٹو صاحب بھی ایم ایم احمد کے ذریعے "حضرت صاحب" کو پیغام بھجواتے رہے اور ان سے مدد حاصل کرنے کی درخواست یہ تک کہہ کر کرتے ہیں کہ: "ہم برے ہوں گے مگر جماعت اسلامی والوں سے تو زیادہ برے نہیں ہیں" (ص ۹۸)۔

اس انٹرویو میں ایک اہم اعتراف ظفراللہ خاں کے قائداعظم کی نماز جنازہ نہ پڑھنے کا دفاع ہے اور اس تحدی کے ساتھ ہے کہ گویا قائداعظم کافر تھے، اس لیے ظفراللہ خاں نے نماز نہیں پڑھی۔ انھی کے الفاظ میں: "یہ سچ ہے کہ انھوں نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ انھوں نے جو کیا درست کیا۔ بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بارے میں مسلمانوں نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ کافر ہے، دجال ہے، کذاب ہے، اور اگر کوئی مسلمان کسی بھی طور پر ان کو مسلمان سمجھے تو اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ ایسے میں مسیح موعود نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا حوالہ دیا کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہے تو کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے--- ان کی کتاب ملفوظات میں ہے کہ اگر کوئی ہمیں کافر کہے تو ہم بھی اسے کافر سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہونا چاہیے" (ص ۴۵-۴۶)۔ جن لوگوں کو قادیانیوں کے بارے میں کوئی خوش فہمی ہے وہ اس سے بہت کچھ سبق سیکھ سکتے ہیں۔

ماؤنٹ بیٹن اور لیڈی ماؤنٹ بیٹن کی بھارت نوازی مشہور ہے۔ لیڈی صاحبہ کے بارے میں یہ انکشاف یہاں بھی نوٹ کیے جانے کے لائق ہے کہ ریڈکراس کی چیئرپرسن کی حیثیت سے انھوں نے کوشش کی تھی کہ تقسیم کے بعد سیالکوٹ کے Limb Centre سے سامان ۱۴ ویگنوں میں بھر کر انڈیا بھجوا دیا جائے (ص ۳۱-۳۲)۔

مشرقی پاکستان میں مرکز کے خلاف تحریک میں اور بالآخر پاکستان کو توڑنے کے واقعے میں بیرونی طاقتوں کا کردار اور خصوصیت سے ورلڈ بنک کے ایک افسر کی سرگرمیوں کا ذکر بھی چشم کشا ہے اور گھر کے بھیدی کی شہادت کا درجہ رکھتا ہے (ص ۷۹-۸۰)۔ خود پلاننگ کمیشن نے موصوف کی سربراہی میں مغربی اور مشرقی پاکستان کے معاشی کوائف کا جو مطالعہ تیار کیا تھا، اس کا ذکر بھی ہے۔ گو اپنے کسی کردار کی نفی کی گئی ہے لیکن رپورٹ کا آخری جملہ جسے وہ بظاہر اپنے دفاع میں پیش کر رہے ہیں "جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا" کے مصداق ان کے ذہن کی عکاسی کر رہا ہے:

"If in your judgement, we cann't stay together, East and West Pakistan, it is my request that we should part as friends" (p 68).

راقم نے پلاننگ کمیشن میں اپنی صدارت کے دوران اس رپورٹ کو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی طرح اسے بھی غائب کر دیا گیا ہے۔ البتہ ڈاکٹر بقائی اور دوسرے حضرات جو شریک رازہاے درون خانہ تھے، ان کا بیان یہی تھا کہ اس رپورٹ کا پیغام جدائی ہی تھا!

۱۹۵۳ء میں لاہور میں جس طرح مارشل لا لگا اس کا ذکر بھی بڑا عبرت انگیز ہے۔ ایم ایم احمد کی روایت ہے کہ مرکزی کابینہ گومگو کا شکار تھی۔ اسکندر مرزا نے کابینہ یا وزیراعلیٰ کی ہدایت کے بغیر جنرل اعظم سے پوچھا کہ حالات پر کیسے قابو پایا جا سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اختیار مل جائے تو ۲۴ گھنٹے میں حالات درست کر سکتا ہوں۔ اسکندر مرزا نے وزیراعظم، کابینہ، گورنر جنرل کسی کے مشورے کے بغیر خود مارشل لا لگانے کے احکام دے دیے اور کابینہ نے اس پر چوں بھی نہ کی (ص ۹۴-۹۵)۔

اینٹی احمدیت تحریک کو ممتاز دولتانہ کا سیاسی کھیل بتایا گیا ہے اور علما کے کردار کو بہت ہی سیاہ رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ جماعت اسلامی پر بار بار غصہ اتارا گیا ہے اور خصوصیت سے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے سلسلے میں اپنے خلاف الزامات کا سارا ملبہ جماعت پر گرانے کی کوشش کی ہے۔ قدرت اللہ شہاب، الطاف گوہر، محبوب الحق سب پر چھینٹے ڈالے گئے ہیں۔ جنرل ایوب اور جنرل یحییٰ کا بحیثیت مجموعی دفاع کیا گیا ہے مگر احتیاط کے ساتھ۔ بھٹو صاحب پر بہت کچھ نزلہ گرا ہے کہ انھوں نے اسمبلی کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم کہلوایا جو سیاسی کھیل تھا، اور اس کا کوئی ذکر نہیں کہ دو مہینے تک اسمبلی نے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں کے سربراہوں کو سنا اور ان کی اپنی شہادت نے ان کے کفر کو اس طرح الم نشرح کر دیا کہ اسمبلی کے سیکولر عناصر کے لیے بھی ان کو کافر قرار دینے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔

یہ چشم کشا معلومات بھی "انکشافات" کا حصہ ہیں کہ (امریکہ کے تنخواہ دار) وزیرخزانہ محمد شعیب نے کابینہ سے یہ فیصلہ کرانے کی کوشش کی کہ افواج پاکستان کے اس اسٹرٹیجک اصول کو تبدیل کیا جائے کہ فوج کی دفاع کی صلاحیت اور اسلحہ کا ذخیرہ اتنا ہونا چاہیے کہ ۶ ماہ دفاع ہو سکے۔ ان کی دلیل تھی کہ اتنی استعداد

کے لیے جن وسائل کی ضرورت ہے وہ "معاشی ترقی" کو متاثر کریں گے۔ اس لیے ۶ ماہ نہیں بس ۶ ہفتے کی استعداد کافی ہے کہ اس اثنا میں امریکہ اور سلامتی کونسل کوئی نہ کوئی صورت مداخلت کی پیدا کریں گے۔ بظاہر یہ ایک معما ہی ہے کہ کابینہ کے اس تجویز کو رد کر دینے کے باوجود ۶ ماہ کی استعداد کو ۶ ہفتے میں کیسے تبدیل کر دیا گیا، جن دو ڈویژنز کا فیصلہ کابینہ نے کیا تھا وہ کیوں بروقت قائم نہ ہو سکیں اور اگر سن گن صحیح ہے تو ۱۹۶۵ء میں تین ہفتے ہی میں دفاع کی صلاحیت کیوں خطرناک حدوں میں داخل ہو گئی اور اب دفاع کی یہ صلاحیت Time Scale میں کس مقام پر ہے؟

اس نامکمل انٹرویو کو نہ تاریخ کہا جا سکتا ہے اور نہ تاریخ کے ساتھ ایک مکالمہ۔ البتہ اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں قادیانی جماعت کے ایک سرکردہ رکن اور پاکستانی سیاست و معیشت کے اہم کردار کی سوچ، پاکستانی تاریخ کے اولیں ۲۵ سالوں میں اس کے کردار، اس دور کے کچھ اہم واقعات اور چند جانی پہچانی شخصیات کے بارے میں اس کے تاثرات اور ملکی معاملات میں بیرونی قوتوں کی مداخلت کے بارے میں کچھ انکشافات، کچھ اعترافات اور کچھ اتہامات سامنے آتے ہیں۔ اب یہ قاری کا کام ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ سے اور دانے کو بھوسے سے جدا کرے۔ بلاشبہ انٹرویو دل چسپ ہے، داستان بہت کچھ داستان طرازی کے باوجود، پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ گو آخری تاثر یہی بنتا ہے کہ:

کچھ خواب ہے، کچھ اصل ہے، کچھ طرز ادا ہے

قائل کیوں کر کیا جائے؟

تحریکی زندگی شہادت سے عبارت ہے۔ یعنی گواہی دینے کا' اور دوسروں کو بھی قائل کرنے کا نام ہے--- لوگوں کو قائل کیسے کیا جائے؟ ہم نوا کیسے بنایا جائے؟ یقین کیسے دلایا جائے---؟ اپنے پرانے موقف سے ہٹا کر نئے موقف پر کیسے جمایا جائے؟

یہ بنیادی دعوتی صلاحیت ہے جو درج ذیل طریقوں سے پیدا کرنا ممکن ہے:

۱- مقاصد پر اتفاق کو اولیت دی جائے۔ مطلوب کے بارے میں کم از کم نکات پر اتفاق کی بنیاد پر گفتگو بڑھائی جائے۔

۲- مخاطب کے ساتھ عزت و اکرام' خیر خواہی' حسن ظن' مثبت فکر' اور اس طرح کے دیگر محاسن کے ذریعے اخلاق و اخلاص کی فضا ہموار کی جائے۔

۳- مخاطب کی زبان میں بات کرتے ہوئے' اس کے جملوں' اس کے نقطہ نظر' اس کی دل چسپی' اور مفاد کی تکرار کی جائے تا کہ اس کو معلوم ہو کہ وہ اپنے آپ سے بات کر رہا ہے۔

۴- متعلق حقائق' بڑے عوامل' بنیادی عواقب' اہم خبریں--- ان پر مشتمل بڑی تصویر بنائی جائے اور پھر تفصیلات میں جائیں۔

۵- مخاطب کے تھوڑے سے تعاون کو بڑا سمجھیں اور کچھ اتفاق کو بڑا اتفاق قرار دیں تو مزید کے لیے راہ ہموار ہو جائے گی۔

۶- غلطی کو فرد سے الگ رکھیں' یعنی بات غلط ہو سکتی ہے لیکن فرد کو غلط نہ قرار دیں۔

۷- معاملات کو حق اور عدل کی میزان پر پرکھیں۔

۸- نہ مانتا نظر آئے تو بھی اپنی خیر خواہی میں کمی نہ کریں--- انداز پر نظر ثانی کرتے ہوئے' پھر کوشش کریں۔

اخبار امت

مصر: امریکہ کی پسندیدہ جمہوریت

محمد ظہیرالدین بھٹی

امریکہ اور مغربی ممالک پاکستان کے حوالے سے' اور ویسے بھی' جمہوری اقدار کے لیے بڑی فکرمندی ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن حال ہی میں' مصر میں ان کے محبوب حکمران حسنی مبارک نے جو انتخابات کروائے ہیں' اور جو مصر میں جمہوریت کے لیے سند مانے جائیں گے' ان کی حقیقی تصویر کیا ہے؟ مصر کے حکمران اور ان کے سرپرست سب جانتے ہیں کہ اگر واقعی شفاف انتخابات منعقد ہوں تو موجودہ حکمران برسرحکومت نہیں رہ سکتے۔ اس لیے وہ اخوان المسلمون کو جائز جمہوری مواقع دینے کو کسی قیمت پر تیار نہیں۔

مصر کے حالیہ پارلیمانی انتخابات تین مرحلوں میں مکمل ہوئے ہیں' یعنی ۱۸' ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۰ء اور ۷ نومبر ۲۰۰۰ء۔ پارلیمان کی ۴۴۴ نشستوں کے لیے ۴۰ ہزار ۲ سو ۵۹ امیدواروں نے کاغذات جمع کروائے۔ ان میں ایک حکمران جماعت نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی تھی جو ۱۹۵۲ء کے انقلاب کے بعد سے مختلف ناموں سے مصر پر حکومت کرتی چلی آرہی ہے۔ حزب اختلاف کی تین بڑی پارٹیوں نے بھی انتخابات میں حصہ لیا۔ اخوان المسلمون پر چوں کہ پابندی عائد ہے' اس لیے اس نے اپنے ۷۵ امیدوار آزاد ارکان کے طور پر کھڑے کیے جن میں ۱۱ کامیاب ہوئے۔ یاد رہے کہ ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں اخوان کے نمایندوں میں سے زیادہ تر کو فوجی عدالتوں نے انتخابات میں حصہ لینے کے لیے نااہل قرار دے دیا تھا۔ حکومت کی طرف سے عائد کردہ رکاوٹوں اور پابندیوں کے باوجود ان حضرات کی کامیابی ایک غیر معمولی کارنامہ ہے۔ مصری صدر حسنی مبارک نے اعلان کیا تھا: "ہم نے انتخابات کو آزادانہ' منصفانہ اور غیر جانب دارانہ بنانے کے لیے تمام قانونی اور انتظامی اقدامات کیے ہیں"۔ آیئے' ہم دیکھیں کہ یہ انتخابات کتنے آزادانہ تھے؟

سب سے پہلے انتخابی حلقوں کی ازسرنو تقسیم کی گئی جس سے بہت سے انتظامی نوعیت کے مسائل پیدا ہوئے۔ اخوان المسلمون کو خوف و ہراس کا نشانہ بنانے کی سرکاری کارروائی انتخابات سے قبل ہی شروع

کر دی گئی۔ جن افراد کے بارے میں توقع تھی کہ وہ اخوان کے امیدوار بنیں گے انھیں گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے بھائیوں' بیٹوں اور قریبی رشتے داروں کو پکڑ کر دھمکیاں دی گئیں۔ اخوان کے نمایندوں اور رائے دہندوں کو خوف زدہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں ۱۳۰۰ اخوانیوں کو گرفتار کیا گیا تھا مگر اب کی بار ۵۰۷ سے زائد اخوان کو گرفتار کیا گیا جن میں سے ۳۰۰ تجربہ کار فعال ارکان تھے جو انتخابی مہم میں موثر کردار ادا کر سکتے تھے۔ اخوان کے کل گرفتار شدگان کی تعداد ۱۵۰۰ سے زائد ہے۔ مجموعی طور پر پوری مصری قوم کو اخوان کی حمایت سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی۔

انتخابی مہم کے دوران پولیس آکر قہوہ خانوں' ریستورانوں اور ہالوں کے مالکوں کو دھمکاتی کہ اگر انھوں نے اخوان کے کسی امیدوار یا حامی کا خیر مقدم کیا یا خطاب کرنے کا موقع دیا تو انھیں زدوکوب کیا جائے گا' ان کے قہوہ خانوں یا ہالوں کو بند کر کے ان کے ورک پرمٹ منسوخ کر دیے جائیں گے۔ مساجد کے قریب دکانوں کے پاس آکر بھی یہی غلیظ دھمکی آمیز زبان استعمال کی جاتی۔ دکان داروں اور گھر والوں کو کہا جاتا کہ اگر کسی نے اخوانی امیدوار کے حق میں بینر یا پوسٹر لگنے دیا تو اس کے ساتھ بہت برا سلوک ہوگا۔ منشیات کا دھندہ کرنے والوں' بدمعاشوں' غنڈوں اور مجرموں کو (جن میں عورتیں بھی شامل ہوتیں) پولیس مختلف گروپوں میں تقسیم کر دیتی اور مخصوص جگہوں یا سڑکوں پر ان کی ڈیوٹی لگا دیتی۔ یہ لوگ چھپ کر قہوہ خانوں یا دکانوں پر نظر رکھتے اور ہر اس شخص کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیتے جو اخوان کا لٹریچر تقسیم کر رہا ہوتا' یا دیواروں پر پوسٹر چسپاں کر رہا ہوتا۔ پولیس اخوان کے تمام پوسٹر' اسٹکر یا بینر اتار دیتی اور اخوان کو گالیاں بکتی۔ جن لوگوں کے گھروں یا دکانوں پر اخوان کے پوسٹر وغیرہ لگے ہوتے ان کی برسرعام پٹائی کی جاتی۔ اس وقت دل چسپ صورت حال پیدا ہوئی جب اسکندریہ کے ایک قبطی (غیر مسلم) دکان دار نے اخوان کے پوسٹر اتارنے سے انکار کر دیا۔ پولیس نے "فرقہ وارانہ کشیدگی" کے اندیشے سے اس دکان دار پر تشدد تو نہ کیا البتہ اس کے بیٹے کو تھانے لے گئی اور اسے مناسب "لیکچر" پلایا۔ جن حلقوں میں اخوان کے نمایندے کھڑے تھے' ان میں گھومنے والا شخص اپنے آپ کو کسی فوجی کیمپ میں محسوس کرتا۔ رات ہو یا دن ہر جگہ بلطجیہ [ایک مخصوص پولیس] اپنے مخصوص ہتھیاروں' تلوار' خنجر اور سنگین کے ساتھ نظر آتی۔ ایک آرڈیننس کے ذریعے امیدواروں پر مختلف پابندیاں عائد تھیں' مثلاً وہ حکومت کے موقف سے متصادم بات نہیں کہہ سکتے' پولیس کی اجازت کے بغیر اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں سے مل نہیں سکتے وغیرہ۔

اخوان المسلمون کی انتخابی مہم کو ناکام بنانے کے لیے انھیں معاشی نقصان بھی پہنچایا گیا۔ المنوفیہ کے ڈپٹی کمشنر نے اخوان کے دس اقتصادی اداروں کو ایک ماہ کے لیے سربہ مہر (seal) کر دیا۔ اس سے غذائی مواد ضائع ہوا' کام بند رہا جس سے ۴۰ خاندان براہ راست متاثر ہوئے۔ سویز کے حاکم نے اخوان کے

نمایندے طارق خلیل کی پرائیویٹ فرم بند کر دی۔ اخوانی یا ان کے حامی دکان داروں کے پاس وزارت خوراک کے انسپکٹر، پولیس کی بھاری جمعیت کے ساتھ پہنچ جاتے، مختلف الزامات لگانے کے بعد ان کا مال ضبط کرلیا جاتا، اور ان پر بھاری جرمانے عائد کیے جاتے۔ دمیاط اور مصر کے ڈیلٹا کے شہر منصورہ میں خاص طور پر ایسی کارروائیاں عمل میں آئیں جہاں دکان داروں کو گرفتار کرنے کے بعد ان کا مال ضبط کرلیا گیا۔

یہ سب اقدامات وزیر داخلہ میجر جنرل حبیب العادلی کے احکامات کے تحت ہوئے۔ چنانچہ ایک پولیس افسر نے اخوان کے پورٹ سعید سے امیدوار کو صاف لفظوں میں بتایا کہ: "میرے پاس وزیرداخلہ کے شخصی احکام ہیں کہ مخالفین کو کچل دیا جائے بلکہ قتل سے بھی دریغ نہ کیا جائے"۔ انتخابات سے چند دن پہلے وزیرداخلہ نے اعلان کیا کہ سیکورٹی فورسز نے اخوان المسلمون سمیت حزب اختلاف کی کسی بھی پارٹی کا ایک فرد بھی گرفتار نہیں کیا، نہ انتخابات میں حصہ لینے والے کسی شخص کو پکڑا ہے۔ اخوان کے نائب مرشد عام مامون الہضیبی نے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بیان گرفتاریوں سے بھی بدتر ہے۔

حکومت جن لوگوں کو گرفتار کرنا چاہتی ہے انھیں اس الزام کے تحت کہ ان کا تعلق ممنوعہ پارٹی سے ہے، ایمرجنسی کے ذریعے چھے ماہ کے لیے احتیاطاً زنداں میں ڈال دیتی ہے۔ اس طرح اخوان کے ۱۵۰۰ سے زائد افراد جیلوں میں ہیں۔ ان میں سے معدودے چند کو بھاری ضمانت پر رہا کروایا گیا ہے۔ حکومت نے "ممنوعہ جہادی تنظیموں" کے ۳ ہزار افراد کو رہا کیا ہے جنھیں "تائب" کہا جاتا ہے، جب کہ ان تنظیموں کے تقریباً ۲۰ ہزار افراد ابھی تک مصر کی مختلف جیلوں میں بند پڑے ہیں۔ فوجی عدالتوں یا سیکورٹی فورسز کے حکم پر جن لوگوں کو "غائب" کر دیا گیا ہے وہ الگ ہیں۔

۱۹۹۵ء کے انتخابات میں ضلع دمیاط سے اخوان کے ایک امیدوار عبداللہ المشد تھے۔ حالیہ انتخابات سے پہلے پولیس نے گرفتاری کے لیے ان کے گھر پر چھاپہ مارا تو معلوم ہوا کہ انھیں فوت ہوئے ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے۔ صرف اس ایک ضلع میں اخوان کے گرفتار شدگان کی تعداد ۱۰۰ سے زائد تھی۔ پولیس نے اسکندریہ میں اخوانی امیدوار کو عوام سے خطاب کرنے سے روک دیا، عوام کو منتشر کرنے کے لیے لاٹھی چارج کیا، آنسو گیس پھینکی اور نو افراد کو گرفتار کرلیا۔ پورے مصر میں اخوان کو نہ کہیں جلسہ عام سے خطاب کرنے دیا گیا، نہ انتخابی کانفرنس منعقد کرنے دی گئی، نہ اپنے حلقہ انتخاب کے لوگوں سے ملنے دیا گیا۔

یہ تھے وہ حالات جن میں اخوان المسلمون نے انتخابات لڑے اور طرح طرح کی مزاحمتوں کے باوجود جمہوریت کا پُرامن راستہ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ حزب اختلاف کی سب سے بڑی پارٹی "حزب العمل" نے مصری سرکار کی جانب داری اور غیر جمہوری رویوں سے دل برداشتہ ہو کر ۲۱ ستمبر ۲۰۰۰ء کو حالیہ انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ العمل کے جنرل سیکرٹری سے جب اخباری نمایندے نے پوچھا کہ سخت دباؤ کے باوجود اخوان تو

انتخابات میں حصہ لے رہے ہیں تو انھوں نے کہا: اخوان تو اس قسم کے حالات کے عادی ہو چکے ہیں!

اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے بڑی علمی بحثیں کی جاتی ہیں لیکن جمہوریت کے علم برداروں کو اس میں کیا امر مانع ہے کہ مسلم ممالک میں اظہار رائے کی آزادی ہو، پریس اور ذرائع ابلاغ آزاد ہوں، اور انتخابات واقعی عوام کی مرضی معلوم کرنے کے لیے ہوں۔ خود امریکہ میں ایک ریاست کے چند ووٹ دنیا کا سب سے بڑا فیصلہ کریں گے، لیکن ہمارے ملکوں میں ۹۶، ۹۷ فی صد اکثریت والی "جمہوریت" رائج کی جاتی ہے۔ بدترین آمریت کو بھی، مفید مطلب ہو تو، سند جمہوریت سے نوازنے میں کوئی تکلف محسوس نہیں کیا جاتا۔

بوسنیا میں انتخابات

افتخار احمد چیمہ ٥

بوسنیا میں حال ہی میں انتخابات ہوئے ہیں۔ بوسنیا میں سرب، کروٹ اور مسلمان تینوں آبادیاں ہیں۔ سربوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی SOS کو اور کروٹوں نے سارے ووٹ اپنی پارٹی HDZ کو دیے۔ لیکن مسلمانوں میں چھے پارٹیاں بن گئی تھیں جن میں سے تین پارٹیوں نے نسبتاً زیادہ ووٹ حاصل کیے۔

عالیجاہ عزت بیگوچ خرابی صحت کی بنا پر سیاست سے دست بردار ہو چکے تھے۔ ان کی پارٹی SDA سے اس کے بڑے بڑے حامی نکلنا شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر حارث سلاجک نے اپنی علیحدہ پارٹی بنا لی۔ فیڈریشن کے سابق صدر ایوب گانچ SDA کو چھوڑ گئے۔ یورپین یونین اور امریکہ نے پورے زور سے SDP کی حمایت کی۔ اس پارٹی میں زیادہ تر لوگ مسلمان ہیں۔ اس کا صدر بھی مسلمان ہے مگر ان کے رجحانات اشتراکی ہیں۔ ہم اسے بائیں بازو کی پارٹی کہہ سکتے ہیں۔ اندازہ یہ تھا کہ عزت بیگوچ کی پارٹی کو بری طرح شکست ہوگی اور اکثریت کے ووٹ اس پارٹی کو مل جائیں گے۔ مغرب کی کوشش تھی کہ SDA شکست کھائے کیونکہ اس کو وہ مسلم انتہاپسند پارٹی تصور کرتے ہیں۔ مگر الحمدللہ عالیجاہ عزت بیگوچ کے بعد محمد پکا کچیک نے بہت اچھی طرح پارٹی کی قیادت کی۔ اس لیے ان کی پارٹی دوسرے نمبر پر رہی۔ اول درجے پر SDP ہی تھی۔ ڈاکٹر حارث تیسرے نمبر پر رہے۔ اب توازن طاقت ڈاکٹر حارث سلاجک کے پاس ہے۔ اگر وہ SDA کا ساتھ دیں تو وہ جیت جائیں گے اور اگر SDP کا ساتھ دیں تو وہ حکومت بنائے گی۔ لیکن انھوں نے ابھی تک کسی واضح موقف کا اظہار نہیں کیا۔

---

٥ مقیم، سرائیوو، بوسنیا

بوسنیا میں جنگ کے بعد لوگوں نے اسلام کی طرف بڑی تیزی سے رجوع کیا۔ اس میں بہت بڑا کردار مسلم این جی اوز کا تھا۔ ان تنظیموں نے ہر گھر میں قرآن کریم (مع ترجمہ) کے نسخے' احادیث کی کتب اور دینی کتب پہنچا دیں۔ اس کے علاوہ بھی ہر طرح کی حمایت کی جس کے نتیجے میں نوجوان طبقے کے اندر کافی حد تک تبدیلی آئی۔ لوگوں نے قرآن کریم پڑھنا سیکھنے کے لیے اپنے بچوں کو مسجد بھیجنا شروع کر دیا۔ نوجوانوں نے خود منظم طور پر کام شروع کر دیا' ۱۵ روزہ اور ماہنہ رسالے نکالنے شروع کیے' بچوں کے لیے اسلامی رسالے ملنے لگے۔ بازاروں میں داڑھی والے نوجوان اور باپردہ نوجوان خواتین نظر آنے لگیں۔ مسجدوں میں الحمدللہ کافی حد تک رونق نظر آنے لگی۔ یہ ایک بہت بڑی تبدیلی ہے کیونکہ یورپ کے اندر اس طرح کی عام اذانیں وہاں کے غیر مسلموں کے لیے بڑی اذیت کا باعث ہیں۔ اسی لیے بوسنیا میں ایک طرف اذان ہو رہی ہوتی ہے تو دوسری طرف گرجا گھروں میں گھنٹیاں بجنا شروع ہو جاتی ہیں۔ عمومی طور پر وہاں کے لوگ یورپین ہیں۔ ان کے رہن سہن میں اب کافی تبدیلی آئی ہے۔ جنگ ختم ہو گئی ہے اور مسلم این جی اوز کم سے کم تر ہو رہی ہیں۔ اب اخلاقی جنگ بڑی تیزی سے شروع ہو گئی ہے۔ اب عیسائی این جی اوز بڑے زور و شور سے میدان عمل میں ہیں جن کا مقصد ہی یہ ہے کہ کسی طرح سے یہاں کے لوگوں کے اخلاق کو تباہ کیا جائے۔ سیاسی لحاظ سے بھی جیسا یورپین یونین چاہتی تھی وہ ویسا کرتی تھیں' مثلاً OSCE نے ایک Kon Ton جس کا نام (گوراڈے) ہے اس کے گورنر کو صرف اس لیے ہٹا دیا کہ وہ انتہا پسند مسلم ہے۔ اسی طرح بساج میں بھی ایسا ہی کیا۔ اسی طرح معاشی حالات کو بھی بڑے کمپیوٹرائزڈ طریقے سے خراب کیا تاکہ عالیجاہ علی عزت بیگوچ کی حکومت سے لوگ نفرت کریں۔ (ابھی نج کاری کا کام جاری ہے جس میں جرمنی نے کافی فیکٹریاں وغیرہ خریدی ہیں۔ اسی طرح آسٹریا نے بھی خریدی ہیں)۔ یہ سارے کام انتخابات سے پہلے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ اب نئی گورنمنٹ کے آتے ہی حالات برعکس ہو جائیں گے۔

مہاجرین کی واپسی بھی بڑی حد تک ٹھیک نہیں ہو رہی ہے' مثلاً سرب اور کروٹ اپنے گھروں میں جا سکتے ہیں مگر مسلمان نہیں جا سکتے۔ یہاں تک کہ اگر کسی سرب یا کروٹ کا گھر تباہ ہوا ہے تو اس کو این جی اوز نیا گھر بنا کے دیتی ہیں (اور اگر کوئی مسلمان سرب یا کروٹ کا گھر خالی نہیں کرتا تو انٹرنیشنل پولیس زبردستی اس کو باہر نکال دیتی ہے)۔ اس کے بدلے میں مسلمانوں کے لیے نہ تو کوئی گھر بنتا ہے اور اگر واپس جاتا ہے تو کوئی اس کا گھر خالی کرنے کو تیار نہیں۔ وہاں پھر نہ تو انٹرنیشنل پولیس جاتی ہے اور نہ کوئی این جی اوز۔ مسلم این جی اوز ویسے ہی فنڈ نہ ہونے کی وجہ سے دفتروں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔

مولانا عنایت اللہ سبحانی کی ایک مایہ ناز تصنیف

جلوۂ فاران

"محمد عربی ﷺ" میں یوں تو اجمالی طور پر سیرت پاک ﷺ کا پورا نقشہ سامنے آگیا تھا لیکن اس کے زیادہ تر ابواب اس دَور سے تعلق رکھتے تھے جب اسلام کمزور تھا۔ "جلوۂ فاران" میں اسلام حملے روکنے کے بجائے بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا ہے۔ خطرات کا تعاقب کر رہا ہے' بجلیوں سے گھبرانے کی بجائے بجلیوں سے آنکھیں چار کر رہا ہے۔

اب اسلام افراد کی بجائے سلطنتوں سے خطاب کر رہا ہے اور ایک غالب فتح مند اور ناقابل شکست طاقت کی شکل میں نظر آ رہا ہے۔

اعلیٰ ایڈیشن قیمت:

محمد عربی اور جلوہ فاران اکٹھی خریدنے پر
خصوصی رعایت سے فائدہ اُٹھائیں

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ای، شاہ عالم مارکیٹ' لاہور۔ فون: 7664504-7669546
فیکس: 7658674 E-mail: Islamic@ms.net.pk

۱۰۔ چیمبرجی روڈ' اردو بازار' لاہور۔ فون: 7248676
منصورہ ملتان روڈ' لاہور۔ فون: 448022

پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم

پروفیسر خورشید احمد

قرطبہ کے تاریخی اجتماع کے پہلے دن کے آخری لمحات تھے۔ محترم امیر جماعت کا اجتماع ارکان میں خطاب اپنے اختتام کی طرف سیل رواں کی مانند فروزاں تھا کہ میرے بائیں جانب منور بھائی کے کان میں ڈاکٹر کمال نے انتہائی افسردگی کے عالم میں یہ اندوہناک اطلاع دی کہ اجتماع کے ہسپتال میں پروفیسر سید محمد سلیم کی روح دارِفانی سے ابدی زندگی کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون!

۷۷ سالہ جواں ہمت درویش' مجاہد اور محقق جس نے ۱۷ سال کی عمر میں ترجمان القرآن کے ذریعے تحریک اسلامی کے پیغام کا پہلا جام نوش جان کیا تھا' جس نے تحریک پاکستان میں علی گڑھ کے پرعزم نوجوانوں کے ساتھ آزادی کے حصول کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی' جس نے ۵۰ سال پہلے ۱۹۵۱ء میں جماعت کی رکنیت کا حلف اٹھایا تھا اور اس پورے عرصے میں اس حلف کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک نقطے کی پابندی کر رہا تھا بلکہ صحیح تر الفاظ میں اپنے شب و روز ایک دیوانگی اور وارفتگی کے عالم میں دین حق کی تعلیم اور اقامت حق کے لیے صرف کر رہا تھا' بالآخر اس نے پاکستانی قرطبہ کی اس علم کی متلاشی سرزمین پر' جہاں ایک نئی علمی اور تہذیبی دنیا بسانے کے لیے خواب دیکھے جا رہے ہیں اور جن خوابوں کی پہلی تعبیر دیکھنے کے لیے لاکھوں سرپھرے جمع ہو کر صحرا میں گلشن اور اسلام کی آغوش میں ایک نیا اور تہذیبی اندلس بسانے کی بنیاد رکھ رہے تھے' اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور قرطبہ کی سرزمین سے ملک عدم کا پہلا مسافر بننے کا اعزاز حاصل کیا۔ جماعت اسلامی کے اس تاریخی اجتماع میں شرکت کے لیے ضعف اور بیماری کوئی بھی چیز اس کی راہ میں حائل نہ ہوئی اور وہ جوانوں کی طرح کراچی سے رواں دواں اس سرزمین تک پہنچ کر اپنی اصل منزل کے لیے سرگرم سفر ہو گیا ؎

جان ہی دے دی جگر نے آج کوئے یار میں
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

پروفیسر سید محمد سلیم کا ذکر تو اپنے جمعیت کے دور میں بھی بارہا سنا اور خصوصیت سے محترم چودھری غلام محمد مرحوم کی زبانی جو ان کی علمیت، للہیت اور تحریکیت کے بڑے معترف تھے لیکن ان سے تفصیلی ملاقات کا موقع اس وقت ملا جب وہ شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ (سندھ) سے وابستہ ہوئے۔ اس زمانے میں مجھے محترم چودھری غلام محمد مرحوم کے ساتھ بار بار منصورہ جانے اور وہاں رہنے کا موقع ملا۔ وہاں مولانا جان محمد بھٹو مرحوم، مولوی محمد شفیع مرحوم (جن کی وقف کردہ زمین پر ادارہ قائم ہوا تھا)، پروفیسر سید محمد سلیم اور مولانا محمد اسلم سے ملنے، گھنٹوں بات چیت کرنے، ان کے کام اور کام میں انہماک اور انہماک پر سرشاری کو بچشم سر دیکھنے کا موقع ملا۔ میں دلی، لاہور اور کراچی کے ماحول کا پروردہ، منصورہ کی اس بستی میں مجھے ایک بالکل دوسری دنیا کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ یہ دنیا بڑی مختلف دنیا تھی۔ یہاں سادگی، خلوص، محبت، شفقت، درویشی کا سراپا دیکھا جا سکتا تھا۔ شہری سہولتوں کے عادی کے لیے اس دیہاتی زندگی کا تجربہ نیا تو تھا ہی مگر لذیذ اور پرکشش بھی تھا اور اس کے حسن اور جاذبیت کو دوبالا کر دینے والی دو شخصیتیں تھیں--- جان محمد بھٹو اور پروفیسر سید محمد سلیم:

راہ جنوں آسان ہوئی ہے زلف و مژہ کے سائے سائے

پروفیسر سید محمد سلیم کی شفقت، تبحر علمی، سادگی، مقصد سے والہانہ عشق، ذاتی ایثار اور ایک ناقابل بیان مقناطیست جس کا منبع ان کی آنکھوں کی کچھ سرخی مائل چمک اور ان کی آواز کا رعب اور شیرینی تھے، جس کا نقش ۶۰ کی دہائی کے ان اولیں سالوں میں پڑا، وہ ان ۴۰ سالوں میں گہرا ہی ہوتا گیا۔ کم لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں جن کے بارے میں نقش اول اور نقش آخر میں اتنی ہم آہنگی اور یکسانی ہو! یہ ان کی سیرت کی پختگی، ان کی زندگی کی یک رنگی اور ان کے صبغۃ اللہ میں رچ بس جانے کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔

سید صاحب ۱۵ دسمبر ۱۹۲۳ء ریاست الور میں تجارہ کے مقام پر ایک معزز دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسٹیٹ ہائی سکول تجارہ میں حاصل کی اور پھر اینگلو عربیک کالج دہلی (جس کے سیکنڈری اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کی سعادت خود مجھے بھی حاصل ہے) اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ایم اے (عربی) اور ایل ایل بی میں نمایاں کامیابی کے بعد تدریس کی زندگی اختیار کی۔ تحریک پاکستان میں بھرپور شرکت کی اور تحریک اسلامی سے جو دینی اور قلبی رشتہ زمانۂ طالب علمی ہی میں قائم کر لیا تھا وہ بالآخر ۱۹۵۱ء میں رکنیت کی شکل میں بار آور ہوا۔ علی گڑھ میں اگر ایک طرف برعظیم کے مشہور عربی دان مولانا عبدالعزیز میمن کے شاگرد رشید تھے تو دوسری طرف کالج کی ہم نصابی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے اور مجلس اسلامیات کے صدر بنے۔ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تقسیم سے قبل جماعت کے الٰہ آباد کے اجتماع میں طلبہ کے ایک وفد کے ساتھ شرکت کی اور یہی وہ سفر ہے جس میں

چودھری غلام محمد مرحوم سے متعارف ہوئے۔ ۱۹۴۸ء میں گورنمنٹ کالج حیدر آباد' سندھ میں عربی کے استاد کی حیثیت سے تعلیمی کیریر کا آغاز کیا لیکن جب ۱۹۵۷ء میں سرکاری ملازمت یا جماعت کی رکنیت میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا معرکہ پیش آیا تو ملازمت چھوڑ دی اور "بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق" کی ایک روشن مثال قائم کر دی۔

۱۹۶۰ء میں منصورہ (سندھ) کی ذمہ داری سنبھالی اور اس وقت (غالباً ۱۹۷۴ء) تک اس ادارے کے پرنسپل اور روح رواں رہے جب تک ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے اسے سرکاری تحویل میں لے کر ان کو شکارپور تبادلہ نہیں کر دیا۔ ۱۹۸۳ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔ نومبر ۱۹۸۴ء میں تنظیم اساتذہ پاکستان کے مرکزی دفتر میں ادارہ تعلیمی و تحقیق کے ڈائرکٹر ریسرچ کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی جسے گرم و سرد اور تلخ و شیریں' سب حالات میں بڑی خوبی' خوش دلی اور جاں فشانی سے پورا کیا حتیٰ کہ ۱۹۹۷ء میں خرابی صحت کے باعث کراچی منتقل ہونا پڑا۔ اگر حافظ وحیداللہ نے تنظیم اساتذہ کا تنظیمی ڈھانچہ اپنے شب و روز کی محنت سے قائم کیا اور اسے ایک ملک گیر تحریک بنانے کی سعادت حاصل کی تو پروفیسر سید محمد سلیم نے نہ صرف ان کے علمی دست راست کا کردار ادا کیا بلکہ تنظیم اساتذہ کو ایک علمی اور فکری تحریک کا رنگ دیا اور اس کے شعبہ تحقیق کے ذریعے تن تنہا اتنا بلند پایہ لٹریچر تیار کیا جو ایک بڑے ادارے اور ایک پوری ٹیم کے لیے بھی باعث افتخار ہو سکتا ہے۔

پروفیسر سید محمد سلیم ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ علم اور تقویٰ دونوں میں سلف کا نمونہ' مطالعہ نہایت وسیع اور گہرا' نگاہ ایسی کہ خس و خاشاک اور کوہ و دمن سے علمی جواہرپارے تلاش کرنے میں یکتا' تاریخ' فلسفہ' اور تعلیم کے میدان میں اپنی مثال آپ۔ اس علمی وجاہت اور ماہرانہ قدرت کے ساتھ سادگی' ملنساری اور خاکساری ایسی کہ ان کی خوشہ چینی کرنے والے بھی ان کی انکساری پر شرمندگی محسوس کرنے لگے۔ جس طرح پھل دار درخت جھک جاتا ہے' ان میں بھی علم کے بوجھ نے ایسا انکسار پیدا کیا تھا جو ہماری تاریخ میں بزرگوں کی شان تھا۔ اس سادگی اور انکسار کے ساتھ اپنے موقف پر اعتماد' اپنے علم پر بھروسہ اور اپنی دلیل پر شرح صدر انھی کا حصہ تھا۔ اہل علم و فضل کے جس کردار کا تذکرہ کتابوں میں پڑھا تھا' ان کی ذات میں اس کا مشاہدہ اور تجربہ ہم جیسے گناہ گاروں نے بھی کر لیا۔ سید صاحب بیک وقت علم کا ایک بحرذخار اور انکسار اور مٹھاس کا گلشن پُربہار تھے--- صحیح معنی میں فنا فی العلم اور درویش صورت' درویش سیرت' خلوص کا پیکر اور روشنی کا مینار:

جن سے مل کر زندگی سے پیار ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

اسلامی فکر اور تاریخ کے ساتھ ان کی نگاہ مغربی فکر پر بڑی گہری تھی۔ مغرب پر ان کی تنقید جان دار مگر معتدل تھی۔ ان کا انداز تحریر بہت سادہ اور دل نشین تھا۔ تعلیم و تحقیق ان کا اوڑھنا بچھونا اور ان کی شخصیت کا سراپا اور ان کی اصل پہچان تھا۔ نظریہ پاکستان کے معتبر شارح اور اسلامی تہذیب و تمدن کے پُرعزم ترجمان! پروفیسر سید محمد سلیم نے چھوٹی بڑی ۳٦ کتابیں اور کوئی ۲۰۰ کے لگ بھگ متفرق مضامین و مقالات سپرد قلم کیے' نیز نو دس کتابوں کے مسودے امانت چھوڑ گئے۔ ان کی کتابیں ایک مدت تک علم و عرفان کی روشنی پھیلاتی رہیں گی۔ میں نے ان کی بیشتر تحقیقات سے خوشہ چینی کی ہے لیکن ان کی جس کتاب سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ ان کی اس تحقیق پر مبنی ہے جس میں علی گڑھ کالج سے پہلے کے مغربی زبانوں کے ماہر علما کا تذکرہ ہے۔ انھوں نے تاریخ کو کھنگال کر ڈیڑھ سو کے لگ بھگ ایسے علما کے حالات مرتب کیے ہیں جو علی گڑھ تحریک کی انگریزی نوازی سے پہلے انگریزی زبان و ادب سے آشنا ہو گئے تھے اور کسی تعصب کے بغیر اس زبان کے ذریعے مغرب کی علمی جولانیوں تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔ یہ ان کی ایک منفرد خدمت ہے مگر افسوس ہے کہ علمی حلقوں نے اس کا ایسا اعتراف نہیں کیا جو اس کا حق تھا۔ انھوں نے پہلی بار تاریخی شواہد سے ثابت کیا کہ انگریزی زبان سے مسلمان علما کو کوئی اختلاف یا کد نہ تھی' بلکہ انھوں نے مسلمانوں کی علمی روایات کے مطابق اس زبان پر ایسی دسترس حاصل کرنے کی بڑی بھرپور اور غیر متعصبانہ کوشش کی جو ان کو مغرب کے فکر سے روشناس کرائے۔ ان کی مخالفت نفس زبان سے نہیں' اس تہذیب اور ثقافت سے تھی جو انگریزی زبان اور انگریزی حکمرانی کے ذریعے مسلمانوں پر مسلط کی جا رہی تھی۔ یہ مغرب زدہ طبقے کا تعصب تھا جس نے اسے علما کی انگریزی زبان سے دشمنی کے رنگ میں پیش کیا۔

سید صاحب نے اگر ایک طرف اسلامی نظام تعلیم کا کم و بیش ایک مکمل خاکہ اپنی تحریروں میں پیش کیا اور اس کے عملی انطباق کی شکلوں اور نصاب کے خدوخال کو لکھ کر واضح کیا تو اس کے ساتھ عملاً تعلیم کی اسلامی تشکیل جدید کے لیے کئی بڑے کامیاب تجربات بھی کیے۔ وہ ایسے بہت سے چراغ روشن کر گئے جو ان کے بعد بھی ضوفشاں رہیں گے اور ان شاء اللہ ان کے صدقات جاریہ کی صورت میں مغفرت اور پاکستان سے تاریکیوں کی رخصت کا سامان کرتے رہیں گے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اللہ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ہم سب کے لیے ایک روشن نمونہ چھوڑ گئے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے!

رسائل و مسائل

تراویح اور تہجد کا فرق

سوال : ۱۔ رمضان المبارک میں تہجد پڑھنے کے سلسلے میں ایک عالم دین سے سنا تھا کہ پڑھی جائے لیکن چند ساتھیوں نے اس پر اصرار کیا کہ حضورؐ نے آٹھ رکعت جو تراویح پڑھی ہے وہ دراصل تہجد ہی کی نماز ہے لہٰذا تہجد کی ضرورت نہیں رہتی۔

۲۔ ہفتہ کا روزہ نہ رکھنے کے بارے میں کتاب الصوم میں ایک مستند حدیث دیکھی۔ لیکن ساتھ ہی دوسری حدیث بھی ہے جس سے ذہن میں الجھن پیدا ہوئی۔ اب کس پر عمل کروں؟ وضاحت فرما دیں۔

جواب : ۱۔ تراویح' تہجد کی دوسری شکل ہے۔ رمضان المبارک میں اگر ایک انسان حافظ اور قاری ہے اور انفرادی طور پر نماز ادا کرنے کا عزم رکھتا ہے تو وہ تراویح کی بجائے سحری کے وقت اٹھ کر تہجد پڑھ سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ایسی صورت میں وہ ۲۰ رکعت تہجد اور تین وتر پڑھے یا آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر' دونوں کی گنجایش ہے۔ لیکن اگر انفرادی صورت میں پڑھنا ہے تو پھر آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر بہتر ہیں اور اگر اجتماعی شکل میں پڑھنا ہے تو وہ ۲۰ رکعت تراویح پڑھے۔ ایک عام آدمی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ تہجد پڑھنے کی بجائے تراویح پڑھے اور صبح اٹھ کر تہجد بھی پڑھے۔ یہ شکل دونوں فضیلتوں کو جمع کرنے والی ہے' اس لیے افضل ہے۔ نوافل جتنے زیادہ کوئی پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے' اسے منع نہیں کیا جا سکتا' البتہ اگر تراویح پڑھ لی ہو تو پھر تہجد کے بغیر بھی گزارہ ہو جائے گا اور قیام اللیل کا ثواب مل جائے گا۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ گنجایش بھی نہیں ہے۔ یہ بات غلط ہے' بلکہ دونوں کو پڑھنے کا فائدہ ہے۔ اس لیے کہ تراویح کے ساتھ قیام اللیل کا ثواب مل جائے گا اور تہجد کے ساتھ ثواب میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

۲۔ ہفتہ کے دن روزے کے بارے میں آپ نے دو روایتوں کے درمیان تعارض کا جو ذکر کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہفتہ کے روز فی نفسہ روزہ رکھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ ۵ دنوں عید الفطر' عید الاضحیٰ

اور ایام تشریق ۱۱' ۱۲' ۱۳ ذوالحج کے سوا باقی تمام دنوں میں روزہ رکھنا باعث ثواب ہے' البتہ اس وجہ سے روزہ رکھنا کہ ہفتہ کا دن متبرک ہے جیسے کہ یہودی سمجھتے تھے' درست نہیں ہے۔ منع کرنے والی روایت دوسری صورت پر محمول ہے اور جواز اور ثواب والی پہلی صورت پر محمول ہے (مولانا عبدالمالک)۔

روزے میں ان ہیلر اور انجکشن کا استعمال

س : ۱- میں کافی عرصے سے سانس کی تکلیف (دمہ) کا مریض ہوں۔ پہلے تو دوا کھانے سے کافی وقفہ مل جاتا تھا مگر اب ۲ یا ۳ گھنٹے سے زیادہ وقفہ نہیں ہوتا اور ان ہیلر کا استعمال کرنا پڑتا ہے (لٹریچر منسلک ہے)۔ کیا روزے کی حالت میں سانس کی تکلیف میں ان ہیلر کا استعمال ہو سکتا ہے؟

۲- آج کل ایمرجنسی کی صورت میں بعض علما حضرات گوشت والا ٹیکہ یا وریدی ٹیکہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں۔ کیا زیادہ تکلیف کی صورت میں گوشت والا ٹیکہ یا وریدی ٹیکہ لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

ج : ۱- ان ہیلر کے ذریعے دوا جوف معدہ اور پھیپھڑوں میں جاتی ہے جیسا کہ اس دوا کے استعمال کے لیے بیان کردہ نقشے سے واضح ہے۔ نیز یہ بات بھی اسی میں کہی گئی ہے کہ دودھ پلانے والی ماں کے دودھ میں بھی بعض اوقات دوا نکل آتی ہے۔ اس لیے اس ضابطے کے مطابق کہ جب دوا بذات خود جوف معدہ اور جوف دماغ میں داخل ہو جاتی ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے' ان ہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

آپ اگر دمے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے اور آپ کو مجبوراً ان ہیلر استعمال کرنا پڑتا ہے تو آپ بے شک روزہ نہ رکھیں بلکہ روزے کی جگہ فدیہ دے دیں۔ بعد میں بیماری سے شفا ہو جائے تو قضا کر لیں ورنہ فدیہ کافی ہو گا۔

۲- ٹیکے کا مسئلہ اس سے مختلف ہے۔ بعض ٹیکوں کے بارے میں دو رائے ہیں اور بعض کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جس ٹیکے کے بارے میں اتفاق ہے کہ اس سے خود دوا جوف معدہ اور جوف دماغ میں پہنچتی ہے' اس کے بارے میں اتفاق ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جس کے بارے میں اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کے ذریعے خود دوا جوف معدہ اور جوف دماغ میں پہنچتی ہے یا نہیں' تو جن حضرات کے نزدیک خود دوا پہنچتی ہے ان کے نزدیک اس قسم کے ٹیکے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جن کے نزدیک دوا بذات خود نہیں پہنچتی بلکہ اس کی تاثیر پہنچتی ہے' ان کے نزدیک اس قسم کے ٹیکے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر روزہ رکھنے کی استطاعت ہو تو ایسا ٹیکہ استعمال کر لیں جس سے روزہ ٹوٹنے میں اختلاف ہے۔ اللہ

کی رحمت سے امید ہے کہ آپ کا روزہ ہو جائے گا (ع-م)۔

حرام کمائی سے مسجد کی تعمیر

س : ہمارے محلے میں ایک صاحب نے مسجد اس آمدنی سے بنوائی ہے جسے منشیات کی آمدنی کہا جاتا ہے اور وہ آج کل امریکہ میں منشیات اسمگل کرنے پر سزا بھی کاٹ رہا ہے۔ مسجد کی زمین اور تعمیراور جملہ اخراجات اس شخص کی کمائی سے ہو رہے ہیں۔ کیا ایسی کمائی کی بنائی گئی مسجد میں نماز اور دیگر عبادات شرعی طور پر درست ہیں اور کیا خدا لوگوں کی عبادات قبول کرے گا؟

ج : ایک ایسا شخص جس کی کمائی حلال و حرام دونوں پر مشتمل ہے، اگر اس کی زیادہ کمائی حلال کی ہے تو اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد، مسجد شمار ہو گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مسجد حلال روپے سے بنوائی ہے۔ اس کے بجائے اگر اس کی حرام کی کمائی زیادہ ہے تو آپ ایسے شخص سے جو اسمگلنگ اور منشیات فروشی کا کام کرتا ہے، مسجد کی تعمیر کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں کہ اس میں کون سی رقم لگائی گئی ہے۔ اگر وہ کہے کہ حلال کی کمائی سے مسجد تعمیر کی ہے، تو پھر آپ اس مسجد میں بلاتردد نماز پڑھ سکتے ہیں (ع-م)۔

پروفیشنل ازم یا اسلام: ترجیحات کا مسئلہ

س : موجودہ دور کو پروفیشنل ازم کا دور کہا جاتا ہے۔ پیشہ ورانہ روایات اور تقاضوں کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ان روایات کا تقاضا ہے کہ وقت مقررہ پر دفتر پہنچا جائے اور دفتر کے معاملات جن سے روزگار اور کیریئر وابستہ ہے انھیں اولین ترجیح دی جائے۔ بسا اقات یہ تقاضے قرآن و سنت سے متصادم نظر آتے ہیں، مثلاً ایک فرد کو کسی شخص کی مدد کے لیے ہنگامی طور پر جانا پڑتا ہے، اور اسے دفتر سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ مدد کے لیے پکارنے والے کی مدد کی جائے مگر پروفیشنل ازم کا تقاضا ہے کہ بروقت پہنچا جائے۔ اسی طرح نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر افسر بالا کو ضروری کام ہے۔ کسے ترجیح دی جائے؟

ج : کتاب و سنت کے تقاضے ہر اعتبار سے بالاتر ہیں۔ جو رویہ بھی اس سے ٹکرائے وہ قابل اصلاح ہے۔ تاہم پروفیشنل ازم کے تقاضے کتاب و سنت سے متصادم نہیں۔ پروفیشنل ازم کی روایات کیا ہیں؟ یہی کہ مقاصد کو پہلے واضح کیا جائے، انجام پر نظر رکھی جائے، وسائل کو بچایا جائے، عہد کو پورا کیا جائے، جو کہا جائے اسے نبھایا جائے، حسن سلوک روا رکھا جائے، احسن کی جستجو کی جائے، اہل افراد کو کام سونپا جائے، کام

کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں تفریق کی جائے' جائز معاوضہ دیا جائے' وقت کی پابندی کی جائے' صحیح مشورہ دیا جائے' بروقت تنقید کی جائے' جس شعبے سے متعلق کام ہو' اس کے ماہرین کی رائے کو اہمیت دی جائے' اور اس کام کو انجام دینے کا جو مخصوص اور معروف اسلوب ہو اس کو پیش نظر رکھا جائے۔

ان تمام باتوں میں اور کتاب و سنت کے تقاضوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ سیرت نبویؐ سے بھی اس کی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ دینی کاموں میں اور دینی اداروں میں بھی ان روایات کی پاسداری کی جائے تاکہ بہتر نتائج سامنے آسکیں۔

بات دراصل پیشہ ورانہ روایات اور کتاب و سنت کی نہیں ' بلکہ پیشہ ورانہ مصروفیات اور دیگر دل چسپیوں میں توازن اور ترجیحات کے قیام کی ہے۔ کوئی کلیہ ایسا نہیں کہ ہر موقع پر انسان اپنے آپ کو جن دوراہوں پر پاتا ہے اس میں راہ عمل کو آسانی سے سمجھا دے۔ آپ خود ہر موقع پر جو حالات درپیش ہوں ان میں فوائد و نقصانات کا میزانیہ بنا کر طویل المیعاد و قریب المیعاد اثرات کو دیکھتے ہوئے راہ عمل کا انتخاب کریں۔

مثال کے طور پر آپ نے دفتر وقت پر پہنچنے اور کسی ضرورت مند کی مدد کے مابین اہمیت کی بات کی ہے۔ دفتر وقت پر پہنچنا آپ کے عہد کا حصہ ہے۔ اس کے عوض آپ معاوضہ لیتے ہیں۔ عمومی حالات میں آپ اس عہد کو نبھانے کے پابند ہیں۔ البتہ کسی ناگزیر صورت میں کسی کی اہم ضرورت پوری کرنے کے لیے آپ کبھی تاخیر سے پہنچ جائیں' جب کہ اس تاخیر سے دفتر میں کام کا حرج بھی نہ ہو تو شاید گوارا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا اگر روزانہ ہونے لگے تو آپ یا تو دفتر کے بندھن سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں' یا وہ خود ہی آپ کو آزاد کر دیں گے۔

اسی طرح اذان ہو جائے تو ظاہر ہے کہ نماز کی اولیت مسلمہ ہے۔ آپ افسر سے انتظار کا کہہ سکتے ہیں لیکن افسر کی فلائٹ نکل جائے گی اور اسے آپ سے ضروری فائل لینا ہے تو آپ پہلے فائل دے دیں اور پھر نماز پڑھ لیں۔ اسی طرح اگر عملہ سے غلطیاں ہوں تو کتاب و سنت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو تاکہ انفرادی غلطیاں اجتماعی نقصانات کا موجب نہ بنیں۔ اگر معاف کر دینے سے اصلاح ممکن ہے تو بہت اچھا' ورنہ آپ سختی سے ڈانٹ سکتے ہیں' سزا بھی دے سکتے ہیں اور نکال بھی سکتے ہیں۔ اگر کوئی بار بار خیانت کرے اور آپ ہربار اس کو معاف کر دیں تو پکڑ آپ کی ہونا چاہیے۔

مختصراً یہ کہ کتاب و سنت کا مقام اٹل ہے اور پروفیشنل ازم کی روایات اس سے ہم آہنگ ہیں--- زیادہ مسئلہ ترجیحات کو قائم کرنے کا ہوتا ہے جس کا صحیح فیصلہ موقع پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق کو کتاب و سنت کی مدد سے اگر آپ سمجھ لیں تو آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی

ہوگی۔ یہ دونوں الگ نہیں' ایک دوسرے میں پیوست ہیں' ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالٰی بندوں کا وکیل بن کر بھی پوچھے گا--- لوگ ان دونوں کو الگ دائرے کی صورت میں دیکھتے ہیں' جب کہ حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی شریعت کا حصہ ہیں (ڈاکٹر حسن صہیب مراد)۔

این جی اوز اور دینی جماعتوں کا کردار

س : میں ایک سماجی کارکن ہوں اور کسی سیاسی یا مذہبی جماعت سے وابستہ نہیں ہوں' البتہ مطالعے کا شوقین ہوں۔ آج کل این جی اوز کے خلاف دینی جماعتوں کی طرف سے زبردست مخالفت کی جا رہی ہے۔ انھیں ملک دشمن اور بیرونی قوتوں کے آلہ کار کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ہمارا معاشرہ ظلم پر مبنی بے شمار مسائل سے دوچار ہے' جیسے کاروکاری جس کے تحت لوگ دشمنی کی بنیاد پر بھی قتل کرتے ہیں' عورتوں کو جایداد کا حصہ نہ دینے کے لیے قرآن سے شادی کرنا' چولہا پھٹنے کی صورت میں اموات' خون بہا کے بدلے میں نوجوان لڑکیوں کا بوڑھوں سے بیاہ دینا' بعض علاقوں میں خواتین کو تعلیم اور ووٹ کے حقوق سے محروم رکھنے کی روایت' نجی جیلیں' دینی جماعتوں کے اداروں میں کم تنخواہ کے ذریعے استحصال اور یہ کہ معاشرے میں زنا آسان اور نکاح مشکل ہے وغیرہ۔ ان میں صرف این جی اوز دل چسپی لیتی ہیں' دینی جماعتوں نے ان کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھائی۔ محسوس ہوتا ہے کہ این جی اوز کو موقع فراہم کرنے کی ذمہ دار دینی جماعتیں ہیں۔ اس میں جماعت اسلامی کا کردار بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

ج : آپ نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں جاگیردارانہ جہالت پر مبنی واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ ان کے مسائل کے سلسلے میں این جی اوز کی کاوش کو ستایش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آپ کے خیال میں دینی جماعتوں کی طرف سے ان معاملات کو نمایاں نہ کرنے کے نتیجے میں ہی این جی اوز کو کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایسے واقعات کی حقیقت کیا ہے؟ ان پر ہمارا موقف اور نکتہ نظر کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم نے کیا جدوجہد کی ہے؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے آپ کی توجہ کے لیے دو تین نکات پیش خدمت ہیں:

کیا پاکستان کے عوام کے اصل مسائل یہی ہیں؟ اگر آپ غور کریں تو پاکستان کے غریب عوام چاہے مرد ہوں یا عورتیں ان کے اصل مسائل جن کی آگ میں دور دراز مقامات پر رہنے والے کروڑوں غریب عوام جل رہے ہیں' یہ نہیں بلکہ دوسرے ہیں۔

پاکستان کا ایک اہم مسئلہ غربت ہے۔ ۴ کروڑ سے زائد انسان خط غربت سے بھی نیچے زندگی گزارنے

پر مجبور ہیں۔ دوسرا اہم مسئلہ جہالت ہے۔ ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ انسان اَن پڑھ ہیں اور زیور تعلیم سے محروم ہیں۔ تیسرا اہم مسئلہ جہالت ہے۔ کروڑوں انسان دوا تو کجا، کسی مستند ڈاکٹر سے علاج یا ہسپتال میں بستر تک سے محروم ہیں۔ پینے کا صاف پانی بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ بلوچستان کے ۲۶ اضلاع، اندرون سندھ کے ۹ اضلاع اور چولستان کے ۶۶ لاکھ ایکڑ رقبہ سمیت ملک کے ایک بڑے حصے کے عوام پینے کے پانی سے محروم ہیں۔

آپ کو کوئی این جی اوز ان مسائل کے سلسلے میں حقیقی کوشش کرتی ہوئی نظر نہیں آئے گی۔ البتہ غریب عوام کے ان مسائل کے حل کے لیے جماعت اسلامی کی جدوجہد کی مختصر جھلکیاں حسب ذیل ہیں:

۱- غربت اور مہنگائی کو ختم کرنا اور لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا اگرچہ حکومتوں کا کام ہے، تاہم جماعت اسلامی نے بھی اپنے مختصر وسائل سے پورے ملک میں خدمت خلق کا ایک نیٹ ورک قائم کر رکھا ہے۔ یتیم بچوں کی کفالت، بیوگان اور یتامی کے لیے وظائف، غریب بچیوں کے لیے جہیز اور ان کی تربیت کے لیے دستکاری مراکز، بے روزگاروں کے لیے ہیومن ریسورسز فورم اور دیگر کئی مدات پر مختلف مقامات کی جماعتوں کے شعبہ خدمت خلق کا سالانہ خرچ ۲۵ کروڑ روپے سے زائد کا ہے۔

۲- جہالت کے خاتمے کے لیے جماعت اسلامی کے دیہاتوں، کچی آبادیوں، غریب بستیوں میں اسکولوں کے درج ذیل سسٹم چل رہے ہیں: ۱- حرا اسکولز سسٹم ۲- غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ ۳- ریڈز فاؤنڈیشن ۴- بیٹھک اسکول سسٹم ۵- مسجد مکتب اسکیم۔ ان تمام اسکیموں کے تحت ۱۰ لاکھ سے زائد طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور گذشتہ پانچ برسوں میں ۴ ہزار نئے اسکول قائم ہوئے ہیں۔

۳- صحت کے سلسلے میں ہسپتالوں، ڈسپنسریوں، ایمبولینس سروس، بلڈ بنک، ایکسرے و لیبارٹریز وغیرہ کا ایک بڑا نیٹ ورک پورے ملک میں موجود ہے۔ اس مد میں ۳۵ کروڑ روپے سالانہ سے زیادہ رقم خرچ ہوتی ہے اور استفادہ کرنے والوں کی تعداد ۲۶ لاکھ سے زیادہ ہے۔

۴- پینے کے صاف پانی کے لیے متاثرہ علاقوں میں کنویں کھودنے، ٹیوب ویل نصب کرنے اور پانی فراہم کرنے کی اسکیم کے تحت جماعت اسلامی نے گذشتہ دو سالوں میں تھر، چولستان اور سندھ و بلوچستان کے متاثرہ علاقوں سمیت پورے ملک میں ۴۷ سے زائد کنوؤں، ٹیوب ویلوں یا واٹر پمپوں کا اہتمام کیا ہے۔ اس مد پر بھی کروڑوں روپے خرچ کیے ہیں۔

جماعت اسلامی کو اس سلسلے میں کسی بیرونی ادارے سے امداد نہیں ملتی، نہ ہم قبول کرتے ہیں۔ کروڑوں روپے کے یہ منصوبے غریب کارکنوں کی محنت اور اخلاص کے ذریعے چل رہے ہیں، جب کہ این جی اوز بیرون ملک سے کروڑوں ڈالر کی گرانٹ وصول کرتی ہیں۔ اس میں اقوام متحدہ کی طرف سے دی

جانے والی گرانٹ بھی شامل ہے لیکن آپ کو، چند استثنا کے سوا غربت، جہالت، مرض، قرض اور بھوک پیاس کے خلاف پورے ملک میں ان این جی اوز کی کوئی جدوجہد نظر نہیں آئے گی۔ اس کے برعکس وہ چند غیر متعلقہ اور غیر حقیقی مسائل کو ملک میں کم اور بیرون ملک زیادہ نمایاں کرتی ہیں۔ ان مسائل کو نمایاں کرنے کے طریقوں میں سیمی نار، فورم، ویڈیو فلمیں، سی ڈی وغیرہ کی تیاری شامل ہے۔ عالی شان ہوٹلوں میں منعقد ہونے والے ان سیمی ناروں کا غریب عوام یا جاہلانہ تشدد کا نشانہ بننے والی خواتین کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور نہ ہی ان کو فائدہ پہنچانا این جی اوز کے پیش نظر ہوتا ہے۔ ان کے اصل اہداف یہ ہیں:

۱- جاگیردارانہ معاشرے کے اکا دکا واقعات کو نمایاں کر کے اسلام کو ایک ظالمانہ مذہب اور پاکستان کو ایک پس ماندہ ملک ثابت کیا جائے۔

۲- عورتوں پر مظالم کی بھیانک تصویر پیش کر کے عورتوں کی آزاد روی کی تحریک چلائی جائے۔

۳- پاکستان اور اسلام کے خلاف کام کرنے والی عالمی یہودی تنظیموں سے بھاری رقوم کی وصولی۔

اب ذرا آپ دیکھیے کہ اصل صورت حال کیا ہے:

○ کاروکاری ایک جاہلانہ رسم ہے۔ اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نہ ہی کسی مذہبی رہنما نے اس کی کبھی حمایت کی ہے۔ یہ رسم بڑی حد تک ختم ہو چکی ہے۔ سالہا سال بعد کوئی اکا دکا واقعہ ہوتا ہے اور اس کی سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر مذمت دینی جماعتیں ہی کرتی ہیں۔

○ قرآن سے شادی کے بھی چند واقعات مغرب پرست جاگیرداروں کے ہاں ہی پائے جاتے ہیں۔ اس ظالمانہ طرزِعمل کی دینی جماعتوں نے بڑھ چڑھ کر مذمت کی ہے اور اسے قرآن پاک کی توہین اور عورتوں پر ظلم قرار دیا ہے۔ جماعت اسلامی کے سندھی زبان میں شائع ہونے والے رسائل و جرائد میں اس رسم کے خلاف باقاعدہ قلمی جہاد کیا گیا ہے۔

○ چولہا پھٹنے کے واقعات میں متاثرہ خواتین یا ان کے لواحقین کو انصاف دلانے کے لیے ہمارے حصول انصاف سیل قائم ہیں۔ غریب افراد کو ممکنہ قانونی مدد مفت فراہم کی جاتی ہے۔

○ خون بہا کے بدلے میں نوعمر لڑکیوں سے بوڑھوں کی شادی جہالت کی ہی ایک صورت ہے جس کی دینی جماعتوں نے ہمیشہ مذمت کی ہے اور شادی کے لیے لڑکی کی مرضی معلوم کرنے کی شرعی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

○ جماعت اسلامی قرآن و حدیث کی روشنی میں حصول علم مرد اور عورت دونوں کا حق بھی سمجھتی ہے اور فرض بھی۔ صوبہ سرحد سمیت پورے ملک میں جماعت اسلامی یا اس کے ذیلی اداروں کے تحت طالبات کی دینی و دنیاوی تعلیم کے ادارے قائم ہیں اور ان میں ہزاروں بچیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

○ جماعت اسلامی کو اس کے غریب کارکنان ہی اعانت دیتے ہیں اور جماعت کا بیت المال کسی بڑے صنعت کار، جاگیردار یا سرمایہ دار کی رقم کا محتاج نہیں۔ جماعت اسلامی نے ہمیشہ مزدوروں کی فلاح و بہبود اور ان کی اجرت اور تنخواہوں میں اضافے کی تحریک چلائی ہے۔ نیشنل لیبر فیڈریشن اور اس سے ملحقہ تنظیموں کے پلیٹ فارم سے مزدوروں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی گئی اور ہزاروں مزدوروں کی تنخواہوں اور اجرتوں میں عملاً اضافہ کروایا گیا ہے۔

○ سندھ میں نجی جیلوں یا جبری بیگار کے اکا دکا واقعات کی جہاں بھی نشان دہی ہوئی ہے جماعت اسلامی نے سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور قانونی تحفظ و معاونت کے لیے عملاً جدوجہد کی ہے۔

معاشرے میں زنا یا بدکاری کے واقعات اس مغربی کلچر کا شاخسانہ ہیں کہ جسے ذرائع ابلاغ اور این جی اوز پروان چڑھا رہے ہیں۔ یہ سب مخلوط تعلیم، مخلوط مجالس، رقص و سرود کی مجلسوں وغیرہ کا نتیجہ ہے۔ اسلام والدین کی رضامندی سے ہونے والی شادی میں لڑکے لڑکی کو پسند و ناپسند کا حق دیتا ہے لیکن ہم کسی لڑکی کو محبت کا جھانسہ دے کر گھر سے بھگانے کو ایک بدترین معاشرتی جرم سمجھتے ہیں (فرید احمد پراچہ)۔

معصوموں کی سسکیاں آپ کو پکار رہی ہیں!

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ کے بچے عافیت سے ہیں۔ صحت‘ تندرستی‘ مال اور اولاد اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ ایک لمحہ رک کر سوچیے !--- آج جب کہ آپ عافیت سے ہیں‘ امت مسلمہ زخمی زخمی ہے‘ اس کے اُنگ اُنگ سے خون رس رہا ہے۔ معصوم اور پھول جیسے بچے ظالموں کی درندگی کا شکار ہیں۔

- ___ ان کے زخموں پر کون مرہم رکھے گا؟
- ___ کون ان کی مظلومیت پر تڑپے گا؟
- ___ اور--- کون ان کی سسکیوں پر کان دھرے گا؟

یو کے آئی ایم ریلیف برمنگھم عرصہ دس سال سے جنگ کے دوران زخمی ہونے والے بچوں کو برطانیہ لانے اور ان کا علاج کرانے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ اب تک کشمیر‘ افغانستان‘ لبنان اور دیگر کئی ممالک سے دو سو سے زائد بچوں کا علاج کروایا جا چکا ہے

ان معصوموں کے علاج پر بے شمار اخراجات آ رہے ہیں‘ جنھیں آپ کے تعاون کے بغیر پورا کرنا ناممکن ہے۔ فنڈز کی کمی کی وجہ سے بہت سے مستحقین علاج سے محروم رہ جاتے ہیں۔ تمام درد دل رکھنے والے بہن بھائیوں سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس کارِ خیر میں زکوٰۃ‘ صدقات‘ خیرات‘ عطیات اور فطرانہ کے ذریعے تعاون فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو دنیا اور آخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

اپنے چیک بنام U.K.I.M. Relief مندرجہ ذیل پتے پر ارسال فرمائیں:

U.K.I.M. RELIEF

2-8 LUDLOW ROAD, ALUM ROCK
BIRMINGHAM B8 3BY
ENGLAND

Charity Reg. 250275

Tel: 0121 326 9930 Mobile 0831 314207 Fax: 0121 3292146

کشمیر

پر ظلم کے سائے
بڑھتے جا رہے ہیں

اس سے پہلے کہ جنت ارضی دوزخ میں بدل جائے
اور ظلم کی بھیانک سیاہ رات طول پکڑ جائے

کشمیر کے جاں نثاروں کا ہاتھ بٹائیے

آزادی کے ان انمول لمحوں میں

کشمیر

کے جاں نثاروں' مجاہدوں' مہاجروں' گرفتار شدگان
اور شہدا کے گھرانوں کو یاد رکھیے

وہ جو آزادی کی بے مثال جنگ لڑ رہے ہیں
عافیت کی گھڑیوں میں

انہیں حوصلہ دیجئے' قوت بخشئے

ان ماؤں' بہنوں اور بیٹیوں کو نہ بھلایئے
جن کے سروں سے آنچل نوچے جا رہے ہیں
اور گھروں کو جلایا جا رہا ہے

اس آگ کو بجھانے میں مدد کیجئے

جہاد کشمیر فنڈ

آپ سے مالی ایثار کا تقاضا کرتا ہے

اپنے عطیات

بنام جناب عبدالرشید ترابی اکاؤنٹ نمبر **1797** سونیری بینک' اسلام آباد - نیشنل بینک' مظفر آباد
چیک یا ڈرافٹ بنوا کر اس پتے پر ارسال کریں:

عبدالحلیم خان (مرکزی ناظم مالیات) جماعت اسلامی' آزاد جموں و کشمیر
415- پونچھ ہاؤس' صدر' راولپنڈی- فون: 051-511417 فیکس: 051-510197
یا عیدگاہ روڈ' مظفر آباد' آزاد جموں و کشمیر فون: 058810-42334, 44336 فیکس: 058810-42580
E-mail: jiajk@comsats.net.pk

کتاب نما

منشور قرآن (Quranic Prism) عبدالحکیم ملک۔ ناشر: اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن پاکستان، ۹ رحیم آباد، پنج ندروڈ، مظفر گڑھ ۳۴۲۰۰۔ صفحات: ۱۲۷۴۔ ہدیہ: درج نہیں۔

قرآن حکیم سے حسب ضرورت استفادے کو آسان بنانے کے لیے، کئی طرح کے اشاریے تیار کیے گئے ہیں جنھیں تبویب قرآن بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی آیات قرآنی کو مختلف عنوانات کے تحت اکٹھا کر کے ترتیب دینا یا ابواب بندی کرنا، جیسے سود کے بارے میں آٹھ آیات چار مختلف مقامات پر آئی ہیں، اس اشاریے میں انھیں ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ مرتب کا مقصد یہ ہے کہ اشاریے کی مدد سے ایک عام قاری اپنی زندگی میں پیش آنے والے مسائل پر حسب ضرورت خود حکم رب تعالیٰ کو ایک نظر دیکھ سکے کہ کس عمل کی اللہ نے اجازت دی ہے یا منع فرمایا ہے؟ اگر کسی عمل کا حکم دیا ہے تو اس کی جزا کیا ہے؟ اگر کسی عمل سے روکا ہے تو کس انداز سے؟ یہ بھی معلوم کر سکے کہ ایک ہی عمل کے بارے میں قرآن حکیم میں کتنی مرتبہ ارشاد ربانی نازل ہوا ہے تاکہ اس کی اہمیت کا احساس اجاگر ہو سکے (ص ۱۹)۔

یہ 'مضامین قرآن کا سہ لسانی اشاریہ ہے۔ ہر صفحے کے تین کالم ہیں۔ درمیانی کالم میں اصل آیات مع حوالہ و عنوان، دائیں کالم میں اردو ترجمہ اور بائیں کالم میں انگریزی ترجمہ درج ہے۔ عنوانات بھی تینوں زبانوں میں ہیں۔ ابتدا میں تقریباً ۵۰ صفحے پر مشتمل نہایت تفصیلی اشاریہ مضامین و عنوانات دیا گیا ہے۔ آخر میں یہی اشاریہ عربی اور انگریزی زبان میں بھی شامل ہے۔ ایک اشاریہ قرآنی آیات اور سورتوں کا بھی دیا گیا ہے۔ مرتب کہتے ہیں: ''نہایت عجز و انکسار سے عرض ہے کہ تبویب قرآن کی یہ کتاب اس لحاظ سے اپنی نوعیت کی منفرد کوشش ثابت ہو گی کہ پہلی مرتبہ مکمل قرآن کے ۳۰ پاروں پر مشتمل ۱۱۴ سورتوں کی ۶ ہزار ۶ سو ۳۶ آیات ''مصدقہ عربی'' متن کو انگریزی اور اردو ترجمے کے ساتھ بیش بہا جامع ابواب کے تحت ہزاروں ذیلی عنوانات میں تقسیم کر کے پیش کیا جا رہا ہے جس میں ہزاروں (cross references) حوالہ جات بھی دیے گئے ہیں''۔

مولف نے غایت درجے کی قلبی و جذباتی لگن کے ساتھ سالہا سال کی محنت و کاوش کے بعد یہ اشاریہ تیار کیا ہے۔ ان کا مقصد محض ایک علمی (academic) کتاب تیار کرنے تک محدود نہیں بلکہ وہ دلی خواہش

رکھتے ہیں کہ لوگ قرآن کی روشنی سے اپنی زندگی کی تاریکیوں کو روشن کریں۔ دیباچے میں وہ کہتے ہیں: "میری استدعا ہے کہ اپنے افرادخانہ کو دین کی بنیادی تعلیم سے آراستہ کریں۔ یہ ان کا حق بھی ہے اور آپ کا فرض بھی۔ اس کی بازپرس یوم حساب آپ سے ہوگی۔ اپنے حلقہ احباب [کو بھی] اس کی اہمیت کا احساس دلائیں تاکہ وہ دیگر دنیاوی مصروفیات' دیگر کتب' اخبارات' رسائل اور دوسرے لٹریچر کے مطالعے سے کچھ نہ کچھ وقت قرآن فہمی کے لیے بھی نکالیں"۔

زیرنظراشاریے کا پہلا ایڈیشن چار سال قبل شائع ہوا تھا۔ یہ دوسرا ایڈیشن ہے جس میں کچھ تبدیلیاں اور اضافے کیے گئے ہیں' اس سے ضخامت میں ۵۰۰ صفحات کا اضافہ ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے اپنے مقدمے میں لکھا ہے کہ "اس موضوع پر اب تک جتنا کام ہوا ہے اس میں منشور قرآن ایک قابل قدر اضافہ ہے" (رفیع الدین ہاشمی)۔

مغرب اور اسلام (اشاعت خاص)' مرتبہ: سید راشد بخاری۔ ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' مرکز ایف سیون' اسلام آباد' صفحات: ۱۱۶۔ قیمت: ۶۵ روپے۔

اسلام اور مغرب ' اردو میں شائع ہونے والا منفرد جریدہ ہے جو مغرب کے دانش کدوں میں' اسلام اور عالم اسلام کے بارے میں پروان چڑھنے والے افکار و رجحانات کی بے لاگ ترجمانی کرتا ہے۔ ڈاکٹر انیس احمد کی ادارت میں ۱۹۹۷ء سے تاحال اس جریدے نے مغربی (اور بعض مسلم نژاد) دانش وروں کی سوچ کو' خود انھی کے الفاظ میں پیش کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے۔

زیرتبصرہ خصوصی اشاعت میں جرمن نژاد نومسلم مفکر ڈاکٹر مراد ہوف مین مرکزی شخصیت ہیں۔ انھوں نے' عالم اسلام کے ایک صاحب نظر رہنما اور ترجمان القرآن کے مدیر خرم مراد مرحوم (۱۹۳۲-۹۶ء) کی یاد میں ہونے والے یادگاری خطبات کے لیے چند ماہ پیش تر پاکستان کا سفر کیا۔ یہ تمام خطبات انگریزی زبان میں دیے گئے۔ یہ شمارہ ان خطبات کے اردو ترجمے پر مشتمل ہے' اس میں اسلام آباد' لاہور' اور کراچی میں منعقدہ مجالس خطبات کے مہمانان خصوصی ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری' ڈاکٹر رفیق احمد اور سید شریف الدین پیرزادہ کے کلمات (ص ۱۰۶-۱۱۵) اور متعدد سوال و جواب (ص ۹۴-۱۰۴) بھی شامل ہیں۔

اگرچہ ڈاکٹر مراد ہوف مین ایک نومسلم ہیں' لیکن انھوں نے ایمانی دولت' خداداد ذہانت اور اسلامی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے بے پناہ شوق سے وہ ہفت خواں طے کر لیے ہیں' جو ہم جیسے نسلی اور پشتی مسلمانوں میں سے خال خال کو نصیب ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر مراد مغربی معاشرے میں پروان چڑھے ہیں مگر وہ کسی طرح کی عصبیت میں مبتلا نہیں ہیں۔ بعض جگہ تو وہ حیرت انگیز طور پر ایسے ایسے مفاہیم سے واقفیت بہم

پہنچاتے ہیں جن سے ان کی نکتہ وری اور دانش و بینش کا قائل ہونا پڑتا ہے لیکن کبھی وہ اچانک ایسی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جن کے بارے میں بجا طور پر اسلامی فکرو تہذیب کو تحفظات ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہنا کہ: "خواتین کے چہروں کا پردہ کرنے کی کوئی ٹھوس اسلامی بنیاد نہیں ہے" (ص ۵۳) کسی حد تک نیم بے خبری کا مظہر ہے' تاہم ایسے اشارات پر تجدد یا معذرت خواہی کی بدگمانی نہیں کی جاسکتی۔ ان کا کھلا ذہن بہرحال اس بات کو جاننے کے لیے بے تاب دکھائی دیتا ہے کہ: اللہ اور اس کے آخری رسولؐ کی منشا و مرضی کو جاننے کے لیے فہم دین اور روح عصر میں مطابقت پیدا کرنا' مسلم اہل دانش کی ذمہ داری ہے اور مغرب' اسلام کو جاننے کا خواہاں ہے۔

ان چار خطبات کے عنوانات ہیں: (۱) تہذیبوں کا تصادم' اکیسویں صدی میں' (۲) اسلام: مغرب کے اندیشے اور مسلم ردعمل' (۳) اسلام اور دورحاضر کا نظریاتی بحران' (۴) اکیسویں صدی میں تہذیب اسلامی کو درپیش علم و دانش کا چیلنج--- ان موضوعات کو دیکھ کر ہی مضامین کی وسعت اور تازگی کا احساس' فرد کو کھینچتا ہے کہ انھیں پڑھا جائے۔

اگرچہ انھوں نے بڑے ٹھوس علمی نکات پر بحث کی ہے' تاہم غوروفکر کے نکات کو ابھارنے کا انداز ملاحظہ کیجیے:

وہ لوگ جو سنت رسولؐ کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں' وہ کیوں یہ جانتے ہوئے بھی کہ پیغمبرؐ نے کبھی اپنی کسی بیوی کو نہیں پیٹا تھا' سورہ النسا کی آیت ۳۴ کو بنیاد بنا کر خود اپنی بیویوں کو دھنکنا جائز سمجھتے ہیں؟ (ص ۵۳)۔

سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ کی رو سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور بڑائی نہیں دی گئی ہے' بلکہ یہ آیت تو قانون طلاق کے ایک تکنیکی معاملے کو زیربحث لاتی ہے (ص ۵۳)۔

ازراہ کرم یہ بات تسلیم کرلیں کہ مغرب میں اسلام کے پہنچنے اور اسلام کی ترویج کے اس وقت تک کوئی امکانات نہیں ہیں' جب تک دنیا بھر کے مسلمان اپنی بیویوں کو وہ حقوق اور آزادی نہیں دیتے' جو انھیں خدا نے دی ہے (ص ۵۴)۔

میرے نزدیک مذہب اسلام خالص سونا ہے۔ دیگر کم خالص مذاہب کے درمیان اسلام ۲۴ قیراط کا مذہب ہے' اور اس کی وجہ اس کا خالص توحید کا تصور ہے' نیز یہ یقین کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہی قادر مطلق اور لامحدود ہے (ص ۵۵)۔

جرمنی' فرانس اور برطانیہ میں مردوں کی نسبت عورتوں میں اسلام قبول کرنے کا رجحان زیادہ ہے (ص ۱۰۵)۔

سورہ نساء کی آیات ۳' اور ۳۴ اور سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۸ کی تشریح و تعبیر نئے سرے سے کرنی ہوگی (ص ۸۹)۔

ہمیں اپنے عقیدے [اسلام] کا حوالہ ایک آئیڈیالوجی کے طور پر دینے سے گریز کرنا چاہیے' اس لیے کہ اس اصطلاح سے نری سیاست اور دنیوی تصور کا گمان گزرتا ہے (ص ۶۸)۔

انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز مبارک باد کا مستحق ہے جس نے مغرب کے اس قیمتی فرد کے افکار و خیالات اور اسلام اور عالم اسلام سے اس کی دردمندانہ وابستگی کو جاننے کے لیے ان خطبات کا اہتمام کیا اور پھر انھیں رواں سلیس اردو میں پیش کرنے کی کاوش کی۔ مجموعی طور پر یہ ایک مفید اور ذہن کشا کتاب ہے (سلیم منصور خالد)۔

رب کا پیام' خرم مرادؒ ۔ ناشر: منشورات' منصورہ' ملتان روڈ' لاہور۔ صفحات: ۱۹۹۔ قیمت: ۶۰ روپے۔

محترم خرم مراد کی دینی' تحقیقی' علمی اور اصلاحی خدمات محتاج بیان نہیں۔ قرآنی حقائق و معارف پر وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ عامۃ الناس تک قرآن کا پیغام اس کی حقیقی روح کے ساتھ پہنچانا' قرآنی تعلیمات کے مطابق افراد کی تربیت' انھیں جہاد و دعوت کے لیے تیار کرنا اور اس راستے میں ہر قسم کے ایثار و قربانی کے لیے تیار کرنا کہ وہ اس طرح جنت کی منزل حاصل کر کے فوز عظیم سے ہم کنار ہوں' ان کی زندگی کا مقصد رہا۔

منشورات کے زیر اہتمام' بعد از وفات شائع ہونے والی ان کی یہ تازہ ترین تصنیف' قرآن پاک کے ان چودہ منتخب حصوں پر مشتمل ایسے دروس کا مجموعہ ہے جو ٹیپ پر محفوظ کر لیے گئے تھے۔ ان دروس کا آغاز ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ سے ہوتا ہے جسے "سیدھا راستہ" کا عنوان دیا گیا ہے۔ سورہ فاتحہ اور سورہ الضحیٰ مکمل سورتیں ہیں جب کہ باقی قرآن پاک کی طویل سورتوں الحج' النمل' الحاقہ' التوبہ' البقرہ' النساء' الواقعہ' الحدید' الکہف' یونس' حم السجدہ اور یٰسین کی منتخب آیات ہیں جنھیں ان کے موضوع و مضمون کی مناسبت سے موزوں و مناسب عنوانات دیے گئے ہیں۔ یہ حصے دراصل ایک نصاب ہیں جس کے ذریعے قرآن کے بنیادی مضامین اور اس کے پیغام کو خود قرآن سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

مصنف نے ہر سورہ کے تعارف' پیغام و سبق' موضوع و مضمون پر مختصر بیان کے بعد اس کی ہر آیت کا اور جہاں ضروری سمجھا گیا ہر لفظ کا آسان اور سلیس زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے اس کی عام فہم انداز میں وضاحت و تشریح کی ہے۔ انداز بیان کی خوبی اور خطابت کی تاثیر اول تا آخر قاری پر انجذابی کیفیت طاری

کیے رکھتی ہے۔ یہ مجموعہ تربیتی نقطۂ نظر سے مرتب کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں دینی شعور پیدا کرنا، اسلام کی حقانیت بہ دلائل ثابت کرنا، اسلامی تعلیمات کو ہر خاص و عام تک پہنچانا اس کا مقصود ہے۔ اس میں تعلیمات قرآنی کی روشنی میں زندگی گزارنے کے راہنما اصولوں کو موضوع بنایا گیا ہے تاکہ ان کے مطابق مسلمان اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی مرتب کریں۔ امید کی جاتی ہے کہ محترم خرم مراد کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی راہ عمل کے لیے ایک راہنما کتاب ثابت ہوگی اور قارئین میں قبول عام کی سند حاصل کرے گی (نورالکینہ قاضی)۔

اَسْمَاءُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ (حصہ اول)، مولف: رشید اللہ یعقوب۔ ناشر: رحمتہ للعالمین ریسرچ سینٹر، مکان نمبر ۸، زمزمہ اسٹریٹ نمبر ۳، زمزمہ، کلفٹن، کراچی ۷۵۶۰۰۔ صفحات: ۲۵۴۔ قیمت: صدقہ جاریہ۔

الصلوٰۃ والسلام علی رحمتہ للعالمینؐ کے بعد اسی اعلیٰ معیار پر یہ کتاب سامنے آئی ہے۔ اللہ کو اچھے ناموں سے پکارنے کی تاکید قرآن کریم میں بھی کی گئی ہے اور احادیث میں بھی اللہ کے صفاتی ناموں کے فضائل و مناقب اور اثرات بیان کیے گئے ہیں۔ اس موضوع پر بہت سی کتابیں دستیاب ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں روایتی اسلوب سے ہٹ کر جدید انداز اپنایا گیا ہے۔ تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مصادر اور حوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے اور اسماء الحسنیٰ کی تلاش اور حفظ میں سہولت کے لیے گوشواروں سے مدد لی گئی ہے۔ اردو میں یہ کام پہلی مرتبہ ہوا ہے۔

کتاب میں پہلے وہ قرآنی آیات مع ترجمہ دی گئی ہیں جن میں اسماء الحسنیٰ کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد ان احادیث کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے جن میں یہ نام آتے ہیں اور ان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔ پھر اللہ کے ناموں والی احادیث تفصیلاً بیان کی گئی ہیں۔ ان روایات کو جمع کیا گیا ہے جن کے مطابق اللہ کے ناموں کی تعداد ۹۹ یا اس سے زائد (۳۰۰) ہے۔ اسم اعظم سے متعلق روایات بھی یک جا کر دی گئی ہیں۔ محدثین، محققین اور اہل علم کی تخریج کو گوشواروں کی مدد سے واضح کیا گیا ہے اور گوشواروں کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اسماء الحسنیٰ کی مکمل تحقیق کے منصوبے کی وسعت کے پیش نظر کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ موجودہ جلد تحقیقی کام پر مشتمل ہے، جب کہ دوسری جلد میں اللہ کے ناموں کی تفصیل، معنی و صفات اور وظائف پر بحث کی جائے گی۔

اس غیر معمولی کاوش پر رحمتہ للعالمین ریسرچ سنٹر مبارک باد کا مستحق ہے۔ صدقہ جاریہ کا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب بلاقیمت حاصل کی جا سکتی ہے (امجد عباسی)۔

مدیر کے نام

ڈاکٹر عبدالواسع ' خانوزئی ' بلوچستان

اشارات "قرآن و سنت کا پیغام" (نومبر ۲۰۰۰ء) سے ایمان کو تقویت ملی۔ قرآن مجید سے ۵۹ مقامات پر حوالے دیے گئے ہیں۔ یہ کام جہاں مولف کے لیے عرق ریزی کا کام ہے وہاں قاری کے لیے اور تحریک کے مستقبل میں مطالعہ کرنے والوں کے لیے ایک مربوط و مناسب گلدستہ بھی مہیا ہوا ہے۔ اللہ آپ کو اجراحسن سے مستفید فرمائے۔ امید ہے آیندہ بھی ایسے گلدستے ترجمان کی زینت بنتے رہیں گے۔

حسین صحرائی ' ٹنڈو محمد خان

ترجمان القرآن مستقل زیر مطالعہ رہتا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے "قرآن و سنت کا پیغام" میں انتہائی دل نشین اور خوب صورت انداز میں دعوت ایمان کی تجدید کر ڈالی۔ سالانہ اجتماع عام کا مرکزی پیغام بھی یہی تھا۔ ان اشارات نے خود احتسابی کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ پروفیسر عبدالقدیر سلیم صاحب نے بڑے موثر پیرائے میں "لمحات" کا تعارف کرایا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی کا مضمون "چند اخوانی ادیب" کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ اسی طرح کا کام جماعت اسلامی کے حوالے سے بھی ہونا چاہیے۔

احمد اشرف ' کراچی

"قرآن و سنت کا پیغام" (نومبر ۲۰۰۰ء) پڑھ کر روح جھوم جھوم اٹھی۔ یہ مضمون کلاسیکل حیثیت کا ہے۔ یہ بار بار پڑھنے کا ہے۔ میں نے اس کو رمضان کے لیے مختص کر لیا ہے۔ اس کو جو بھی پڑھے گا اس کا ایمان تازہ ہو جائے گا اور تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ بس اللہ عمل کی توفیق دے۔ حکمت مودودی" کے تحت "تاریخ کا مطالعہ ' اسلامی نقطۂ نظر سے" بھی خوب ہے۔

خادم حسین ' راولپنڈی

"قرآن و سنت کا پیغام" (نومبر ۲۰۰۰ء) میں صفحہ ۱۴ پر فَتَرَبَّصُوْا کی جگہ فَتَرَصَّبُوْا لکھ دیا گیا ہے۔

مولانا سجاد حسین ' گجرات

"قرآنی قصص کے مقاصد" (اکتوبر ۲۰۰۰ء) ایک مفید مضمون تھا' تاہم اصحاب کہف کی نیند کی مدت ۳۱۰ برس (ص ۳۹)

تحریر کی گئی ہے، جب کہ قرآن کے مطابق یہ ۳۰۹ برس ہے۔

ارشد علی آفریدی، خیبر ایجنسی

"مغربی استعمار کے نئے ہتھکنڈے" (نومبر ۲۰۰۰ء) پروفیسر ملک محمد حسین کے مضمون نے یقیناً مغرب کی نئی سازشوں سے اس دور میں آگاہی دی، جب کہ ملک کے ذرائع ابلاغ اور دوسرے وسائل ان ہی باطل سازشوں اور منصوبوں کی کامیابی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ترجمان القرآن واقعی امت مسلمہ کی ترجمانی کر رہا ہے۔ قرآن و سنت کے پیغام کو عام کر رہا ہے اور مسلمانوں کو باطل قوتوں کے عزائم اور سازشوں سے باخبر رکھتا ہے۔ کیونکہ خطرے سے بروقت متنبہ کرنا، خطرے کے لیے ہتھیار اٹھانا ہے۔

محمد مسلم (ای-میل)

رمضان المبارک کی آمد کے موقع پر موجودہ حکمرانوں نے اپنے لبرل ازم کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان اور انگلینڈ کی کرکٹ سیریز کا اہتمام کیا ہے۔ یہ احترام رمضان کے منافی ہے۔ گذشتہ رمضان کے موقع پر اسلام دشمن قوتوں نے اسی قسم کی سیریز کا بنگلہ دیش میں اہتمام کیا تھا۔ دوران رمضان دونوں ٹیموں کے کھلاڑی سرعام میدان میں پانی پیتے رہے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی تحقیر کا باعث بنے۔ موجودہ سیریز میں گو یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ کھلاڑی سب کے سامنے کچھ نہیں پئیں گے لیکن پھر بھی اسلامی شعائر کے منافی ہے۔

اشاریہ: "ترجمان القرآن" ۲۰۰۰ء

مرتبہ: شائستہ ہاشمی

"	عظیم الشان خود فریبی	دسمبر ۲
"	راہ حق [آسان نہیں ہے]	اکتوبر ۲
"	فرقہ بندی - دین اور شریعت	ستمبر ۲
"	کلمہ پڑھنے کے معنی	نومبر ۲
"	گزارش [پرچے کی اشاعت میں تاخیر کا سبب]	اگست ۲
"	مغربی معاشرت کے نتائج	فروری ۲
"	یرقان ابیض [فرنگیت زدگی]	اپریل ۲
مناظر احسن گیلانی، مولانا سید	امام ابوحنیفہؒ کا مقام	جون ۲

حکمت مودودی:

ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا سید	اسلام کی نشات جدیدہ [مکتوب بنام چودھری نیاز علی خان]	اکتوبر ۲۳-۲۴
"	اسلوب دعوت - قرآن اور سیرت کی روشنی میں (قسط ۱)	اپریل ۱۵-۲۴
"	" " (قسط ۲)	جون ۱۳-۲۳
"	اللہ سے معاہدہ	مارچ ۱۹-۲۱
"	تاریخ کا مطالعہ - اسلامی نقطۂ نظر	نومبر ۱۹-۲۱
"	جماعت اسلامی کیوں قائم کی گئی؟	ستمبر ۱۵-۱۷
"	روزے میں کیفیات نفس	دسمبر ۱۹-۲۰
"	زندگی کی ضمانت	فروری ۱۷-۱۹
"	قیام پاکستان کا منظر	اگست ۱۹-۲۱

فہم قرآن:

خرم مراد	قرآن کا اجتماعی مطالعہ - بنیادی اصول اور تقاضے	فروری ۲۱-۲۶
سید قطب شہید	ایمان اور برکت	اگست ۲۳-۲۶
محمد اسلم، حافظ	قرآنی قصص کے مقاصد	اکتوبر ۲۵-۳۹
محمد سجاد تترالوی، حافظ	دعوت، قرآن اور انسانی نفسیات (۲)	جنوری ۳۵-۴۶

فہم حدیث:

عبدالمالک، مولانا	کلام نبویؐ کی کرنیں	جنوری ۱۱-۱۴
"	" "	مارچ ۲۳-۲۶
"	" "	مئی ۲۵۰-۲۸

تزکیہ و تربیت:

دعوت و تحریک:

فقہ و اجتہاد:

اخبار امت:

یاد رفتگاں:

عالم نسواں:

اسلامی تحریکیں:

اسلامی نظام حیات:

رسائل و مسائل:

"	قرض کی ادائیگی موجودہ یا پرانی قیمت پر	اپریل	۷۱-۷۲
"	مال حرام کا مصرف	مئی	۷۶
"	تکمیل اسلام	اپریل	۶۷-۶۸
فرید احمد پراچہ	این جی اوز اور دینی جماعتوں کا کردار	دسمبر	۶۱-۶۴
محمد یوسف اصلاحی	سب سے اچھی دعا	ستمبر	۷۱-۷۳
یوسف القرضاوی	سگریٹ نوشی	جون	۶۹-۷۳

کتاب نما:

امجد عباسی — اسماء اللہ عزوجل' حصہ اول از رشید اللہ یعقوب — دسمبر ۷۱

انیس احمد اعظمی — اسلام اور دہشت گردی از سید معروف شاہ شیرازی جنوری ۸۱-۸۲ ○ مولانا محمد علی' ایک مطالعہ' از عبداللطیف اعظمی' ستمبر ۷۸-۷۹۔

بلال مسعود — مجلّہ "آیات" مدیر ڈاکٹر محمد ریاض کرمانی' مارچ ۷۷-۷۸ ○ اہانت رسولؐ اور آزادی اظہار از ابوالامتیاز ع س مسلم' نومبر ۷۷-۷۸ ○ Modern Perspective of Radiant Rays of the Quran اپریل ۸۱۔

نور آکینہ قاضی — رب کا پیام از خرم مراد — دسمبر ۷۰

رفیع الدین ہاشمی' ڈاکٹر — آپ کے مسائل اور ان کا حل کتاب و سنت کی روشنی میں از مفتی محمد حسام اللہ شریفی' مارچ ۸۰-۸۱ ○ آسان ترجمہ اور تفسیر(اول) از زاہد شکیل' اکتوبر ۷۵-۷۷ ○ الرشید (خصوصی اشاعت) مدیر عبدالرشید ارشد' اکتوبر ۷۹-۸۰ ○ اسلام اور ذات پات از ڈاکٹر مظہر معین' جولائی ۷۷-۷۸ ○ المحقق' مدیر اعلیٰ ڈاکٹر خالد محمود شیخ' جون ۸۱ ○ بلوچستان' فوڈ پالیسی اور نتائج از رچرڈ آئزک بروس (مترجم) ڈاکٹر انعام الحق کوثر' جون ۸۰-۸۱ ○ تاریخ اسلام اور مسلمانوں کی نشات ثانیہ از پروفیسر انور رومان' مئی ۷۷-۷۸ ○ تاریخ جماعت اسلامی (دوم) از آباد شاہ پوری' نومبر ۷۵-۷۷ ○ تاریخ علوم اسلامیہ از محمد فواد سیزگن (مترجم) پروفیسر شیخ نذیر حسین' اگست ۸۰-۸۲ ○ تحقیقات و تاثرات از ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی' اگست ۷۷-۷۹ ○ تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا از محمد موسیٰ بھٹو' مارچ ۸۱-۸۲ ○ تیسیر القرآن (جلد اول) از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی' جولائی ۷۵-۷۶ ○ ماہنامہ "حجاب" مدیرہ ام صہیب' نگران ڈاکٹر ابن فرید' اگست ۸۲۔ ○ دریچہ زنداں از حافظ محمد ادریس' جنوری ۸۰-۸۱ ○ سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ' حیات و خدمات از ڈاکٹر شہریار احمد' اپریل ۷۸ ○ کریملن کابل اور افغان از مختار حسن' جون ۷۵-۷۶ ○ کنارے کنارے از حسین پراچہ' نومبر ۷۸ ○ محکمہ

بہبود آبادی کے فتووں کی حقیقت از عبدالرشید ارشد' اپریل ۷۸-۷۹ ○ مرد درویش از مسعود احمد برکاتی' فروری ۸۱-۸۲ ○ منشورات قرآن از عبدالحکیم ملک' دسمبر ۶۷ ○ مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی از سلطان احمد اصلاحی' مارچ ۷۵-۷۶ ○ نگری نگری پھرا مسافر از حافظ محمد ادریس' ستمبر ۸۱-۸۲

رضوان علی ندوی' سید — تذکرہ خطاطین از محمد راشد شیخ — اپریل ۷۶-۷۷

سعید اکرم — شاہ ولی اللہ دہلوی از عبدالرشید عراقی — جولائی ۷۹

سلیم منصور خالد — آزادی فکر و نظر اور اسلام از سلطان احمد اصلاحی' ستمبر ۷۷ ○ اسلامی جامعات--- تاریخ' نظام' اثرات: از پروفیسر عبدالرحیم غنیمہ (ترجمہ) محمد ظہیرالدین بھٹی' فروری ۷۷-۷۸ ○ تفہیم و تجزیہ از ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی' جون ۷۷-۷۸ ○ رواداری اور مغرب از محمد صدیق شاہ بخاری' جون ۷۶-۷۷ ○ سرسید کا اصلاحی مشن از ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی' مئی ۸۰-۸۱ ○ مغرب اور اسلام (مجلّہ' آئی پی ایس) دسمبر ۶۸ ○ 'The Ahmadiyya Movement: British Jewish Connections ○ ۸۳ Nuclear Deterrence, CTBT and Pakistan ○ اگست مرتبین: خالد رحمٰن' مشفق احمد' اپریل ۷۵-۷۶۔

ظہیر عمر شیخ' ڈاکٹر — داعی اور دعوت از ڈاکٹر یعقوب خان — جون ۸۰

عبدالحمید ڈار' پروفیسر — اسلام کی عادلانہ اقتصادی تعلیمات از محمد طاسین — جولائی ۷۸-۷۹

عبداللہ شاہ ہاشمی — جنٹل مین سبحان اللہ از کرنل اشفاق حسین' اپریل ۸۰-۸۱ ○ چیچنیا میں اسلام از ڈاکٹر سید محمد یونس' نومبر ۷۹ ○ دلی دور ہے از قمر علی عباسی' جون ۷۹-۸۰

عنایت علی خان — زندگی کیا ہے؟ از جیلانی بی اے — اکتوبر ۷۸-۷۹

فتح محمد' مولانا — درس قرآن کی تیاری کیسے کی جائے از خلیل الرحمٰن چشتی — اکتوبر ۷۷-۷۸

محمد اکرم' میاں — شیئرز بازار میں سرمایہ کاری از ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی' مارچ ۷۹-۸۰ ○ ماہنامہ محدث (سود نمبر) از حافظ عبدالرحمٰن مدنی' فروری ۸۲-۸۳ ○ Economic Guidelines in the Quran از ایس ایم حسن الزماں' اپریل ۷۹-۸۰

محمد ایوب منیر — آل محمد کا مہمان از آغا امیر حسین' جولائی ۸۰ ○ انسان اور اس کے مسائل از سید جلال الدین عمری' جولائی ۷۶-۷۷ ○ پھول پھول خوشبو از عتیق الرحمٰن صدیقی' مارچ ۸۲ ○ جنگ جاری رہے از سلیم ناز بریلوی' مرحوم' جون ۷۸-۷۹ ○ خواتین کمیشن رپورٹ کا جائزہ از ثریا بتول علوی' مئی ۷۹-۸۰ ○ شعلہ گفتار از محمد منیر افضل' ستمبر ۸۰-۸۱ ○ 'Islam in Modern Age' جنوری ۸۲-۸۳ ○ Pakistan Movement and Balochistan از ڈاکٹر انعام الحق کوثر' فروری ۸۲

○ The Quran and Modernism از اقبال ایس حسین، ستمبر ۷۹-۸۰ ○ The Quran Basic Teachings مرتبین ٹی بی اورنگ، خورشید احمد، محمد مناظر احسن، مارچ ۷۶-۷۷ ○ What is Islam? از ڈاکٹر کرنل محمد ایوب خان، اپریل ۸۲

مسلم سجاد

ماہنامہ "آئین" لاہور- ۴ شمارے مدیر: مرزا محمد الیاس، نومبر ۷۹-۸۰ ○ اسلامی قیادت از خرم مراد، مارچ ۷۸-۷۹ ○ اصول فہم قرآن از مولانا امین احسن اصلاحی، جولائی ۷۶ ○ تحریک اخوان المسلمون از محمد شوکی ذکی (ترجمہ) ڈاکٹر رضوان علی ندوی، جنوری ۷۹-۸۰ ○ تفسیر القرآن کے اصول از امام حمید الدین فراہی، اگست ۷۹-۸۰ ○ رحمٰن، قرآن، انسان از پروفیسر رشید احمد انگوی، جولائی ۸۰-۸۱ ○ سیرت ختم الرسل از سید ابوالاعلیٰ مودودی، فروری ۷۸-۷۹ ○ شہداے بالاکوٹ، ڈاکٹر ایچ بی خان، مئی ۷۹ ○ قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سائنسی کارنامے از غلام قادر لون، فروری ۸۰-۸۱ ○ کتاب الدعا کتاب الذکر (۲) کتاب الجنائز از سید ابوالاعلیٰ مودودی، جنوری ۸۰ ○ کتاب فلاح از پروفیسر محمد منظور علی شیخ، جولائی ۸۱-۸۲ ○ محمود اعظم فاروقی، حیات و خدمات از ندیم اشرف، فروری ۷۹-۸۰ ○ مسائل وضو، مسائل غسل از مولانا محمد رفعت قاسمی، اکتوبر ۸۰ ○ مشاہدات حرم از مولانا امین احسن اصلاحی، نومبر ۸۰ ○ معروف لوگوں کا بچپن از فیروز احمد سمیع، جون ۷۹ ○ ہمیں خدا کیسے ملا؟ از ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، مئی ۸۱-۸۲

مدیر کے نام:

آسی ضیائی لاہور، نومبر ○ ابوداؤد، لاہور، مارچ ○ ابوالحسنین، راولپنڈی، نومبر ○ امجد عباسی، لاہور، اکتوبر ○ ارشد علی آفریدی، خیبر ایجنسی ○ امداد علی قادری، لاڑکانہ، اکتوبر ○ ڈاکٹر ایس اے باری، ٹانڈہ، بھارت، جون ○ احمد اشرف، ناظم آباد، کراچی ○ جیلانی کامران، لاہور، ستمبر ○ حامد رضا دتو، لاہور، اکتوبر ○ حسین صحرائی، ٹنڈو محمد خان، اگست، دسمبر ○ خالد ندیم، دہلی، مارچ ○ خلیل الرحمٰن، گجرات، ستمبر ○ خادم حسین، راولپنڈی ○ راشد الیاس مہر، لاہور، اگست ○ ریاض احمد خان، کیپٹن ڈاکٹر، گوجرہ، اکتوبر ○ ریاض حسین زیدی، ساہیوال، جولائی ○ ریحانہ کوثر، قصور، جون ○ رضوان علی ندوی، ڈاکٹر سید، کراچی مارچ ○ زاہد رشید، کراچی، مئی ○ سعد، کراچی، مارچ ○ مولانا سجاد حسین، گجرات ○ سعداللہ خان عابد، مردان، جولائی ○ سلیم منصور خالد، گوجرانوالہ، مئی ○ سیف اللہ خالد، کراچی، نومبر ○ شبیر احمد میواتی، لاہور، مئی ○ صابر نظامی، قصور، ستمبر ○ صفدر بٹ، لیفٹیننٹ جنرل (ر)،

لاہور' اپریل ○ صلاح الدین ہاشمی' ڈاکٹر سید' نیویارک' اکتوبر ○ ظفر خان' پیروسدو' ضلع مردان' اپریل ○ طارق محمود پشاور' جولائی ○ عبدالجبار شاکر' لاہور' ستمبر ○ عبدالقدیر سلیم' کراچی' نومبر ○ عبدالمالک صوفی' حیدرآباد' مئی ○ عبدالمتین منیری' دبئی' اکتوبر ○ عبدالمجید ڈار' لاہور' جون ○ عدی محمد' لاہور' اکتوبر ○ عرفان احمد' منچن آباد' اگست' اکتوبر ○ عرفان منور گیلانی' ڈنمارک' مارچ' اکتوبر ○ عطاء المنعم' سرگودھا' جون ○ غلام نبی لون' ریاض' سعودی عرب' مئی ○ غوث محی الدین' کراچی' مارچ ○ فضل الرحمٰن فریدی' نئی دہلی' مئی ○ کاشف حفیظ صدیقی' کراچی' فروری ○ گل زادہ شیرپاؤ' مردان' جولائی ○ محمد ادریس' حافظ' لاہور' مئی ○ محمد اسحاق منصوری' ڈاکٹر' کراچی' اکتوبر ○ محمد اسلم اعوان' گوجرانوالہ' ستمبر ○ محمد الیاس انصاری' لاہور' جون ○ محمد درویش' نوشہرہ' فروری ○ محمد شفیق اعوان' حضرو' اٹک' نومبر ○ محمد عبدالحق انصاری' علی گڑھ' بھارت' اکتوبر ○ محمد فاروق' کوٹلی' آزاد کشمیر' نومبر ○ محمد مسلم (ای-میل) ○ محمد قاسم' گوجرخان' ستمبر ○ محمد منظور علی شیخ' لاہور' نومبر ○ ناصر علی خان' بریکوٹ' سوات' ستمبر ○ نبی احمد وڑائچ' سنٹرل جیل' گوجرانوالہ' مئی ○ نجات اللہ صدیقی' ڈاکٹر' علی گڑھ' بھارت' نومبر ○ ہری چند' چارسدہ' اکتوبر ○ ڈاکٹر عبدالواسع' خانوزئی' بلوچستان

متفرق:

آسی ضیائی' پروفیسر	سید مودودی: اردو ادب کے سلسلة الذہب کی آخری کڑی	ستمبر	۲۳-۳۴
شائستہ ہاشمی	اشاریہ "ترجمان القرآن"	دسمبر	۷۵-۸۴
شہزادہ چارلس [ترجمہ عطاء الرحمٰن]	دیرپا ترقی: فطرت کے ساتھ ساتھ	اگست	۵۵-۶۱
عبدالقدیر سلیم' پروفیسر	ترقی اور "انتشار عظیم"	مارچ	۴۳-۵۵
عبدالمغنی' پروفیسر	مستقبل کا منظرنامہ	اگست	۲۷-۳۹

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک 'اچھرہ' لاہور سے شائع کیا





C .P.L. 236.

Phone : 7587916
7585590

Monthly TARJUMAN-UL-QURAN LAHORE,